

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ مَوْجِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

انوار مع مائتہ علوم

لاہور

اپریل 1953ء

سُنیّت حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب دت فیوضہم
ذمتہم حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ
نگران حضرت مولانا مولوی حافظ محمد اکبر صاحب ندوی دت فیوضہم
شیخ التفسیر والحديث جامعہ اشرفیہ
مدیر احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہ

اپریل سنہ ۱۲۵۰ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ مَوْجِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

النَّوَاصِحُ مَلَهًا وَسَلَامٌ لَا هَوْر

سُتِبَ بِحَضْرَتِ مَوْلَانَا مَوْلَى مُفْتَى عَمَّادِ حَسَنٍ صَاحِبِ مَدَنِيَةِ فَيُوضِهِم
أَوْ مَتَوَسِّلِينَ حَكِيمِ الْأُمَمِ حَضْرَتِ مَوْلَانَا مُحَمَّدِ اشْرَفِ عَلِي صَاحِبِ تَهَانَوِي قَدِيسِ سِرِّهِ

رَنگَرَن بِحَضْرَتِ مَوْلَانَا مَوْلَى حَافِظِ عَمَّادِ رَايْسِ صَاحِبِ نَدْوَلَوِي مَدَنِيَةِ فَيُوضِهِم
شَيْخِ التَّفْسِيرِ وَالْحَدِيثِ جَامِعَةِ اشْرَفِيَّةِ

مُدِيرِ احْقَرِ مُحَمَّدِ نُحْمٍ أَحْسَنِ تَهَانَوِي غَفَرَلَهُ

انوار العلوم کا ایک سال

الحمد للہ کہ زیر نظر شمارہ سے انوار العلوم اپنا ایک سال پورا کر کے دو سال شروع کر رہا ہے
جن تبلیغی مقاصد کے پیش نظر اس ماہنامہ کا اجرا کیا گیا تھا۔ انہی کے ماتحت بفضلہ تعالیٰ یہ رسالہ
شائع ہوتا رہا۔ اور انشاء اللہ ہوتا رہے گا !

رسالوں کیلئے غویا پہلا سال قدرتی طور پر بہت کٹھن اور کارکنوں کیلئے نہایت عبرت آزاں ہوتا ہے
خصوصاً انوار العلوم جیسے خالص دینی اور مذہبی ماہنامہ کیلئے یہ سال جس قدر مشکلات کا تھا وہ کچھ ان ہی
حضرات پر عیاں ہے جو اس سے قریب کا تعلق رکھتے ہیں۔ سب سے پہلا کام تو یہ تھا کہ لوگوں کو اس کے
روشناس کرایا جائے، مگر ہماری پاس اس کے واسطے کوئی ظاہری ذریعہ نہ تھا۔ نہ تو انعامیہ تھا، نہ انعامیہ
جس پاس کا اشتہار دیا جاتا اور نہ کسی کے پاس اتنا وقت تھا کہ اس کو لئے پھرنا اور لوگوں کو اس کی
اہمیت سمجھانا۔ غرض عرفی طریقہ سے انوار العلوم کا تشہیر کیلئے کوئی ادنیٰ کام بھی نہ ہوا۔ مگر انیسویں کی علوم
نیمت اور حضرات سرپرست و محرران رسالہ کی دعاؤں کی برکت سے خود بخود اس کا حلقہ وسیع ہوتا چلا گیا
اور مضامین کی جاذبیت نے خود لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور آج بحمدہ تعالیٰ ادارہ انوار العلوم
ایک اچھے خاصے وسیع حلقے سے وابستہ اور روشناس ہے۔ یہ ساری کوششیں ان چند مخلص اور ہمدرد حضرات
کی تھی جو ابتداء ہی میں رسالہ کے خریدار بن گئے تھے اور پھر برابر اس کی اعانت فرماتے رہے اور اس کی قیمت
بھی اس کا خیال ان کے ذہنوں سے اذھل نہ ہوتا تھا۔

ابتداءً چند ماہ تو اس قدر سخت اور مایوس کن گذرے کہ کئی بار ادارہ نے رسالہ کے بند کر دینے پر غور کیا
مگر شائقین کے اصرار سے کسی نہ کسی طرح جاری رکھنا پڑا۔ فی الواقع اگر ادارہ کو ہر وقت جامعہ اشرفیہ سے
قرض رقم نہ ملتی تو ابتداء ہی میں رسالہ بند کر دینا ناگزیر ہوتا۔ مگر آج ادارہ ایک کثیر رقم جامعہ اشرفیہ سے قرض
لے چکا ہے جس کی ادائیگی نہایت فروری ہے۔ اور جس کی صورت صرف یہ ہے کہ رسالہ کے خریداروں کا حلقہ
اس قدر وسیع ہو کہ نہ صرف یہ کہ رسالہ اپنے اخراجات کا خود کفیل ہو جاوے بلکہ اس رقم کو بھی ادا کر سکے جو
اس کے ذمہ قرض ہے

چونکہ اس وقت بھی رسالہ کی خریداری کا حلقہ بہت محدود ہے اور اب تک بھی رسالہ اس قابل

ہیں کہ اپنا بار ہی خود برداشت کرے۔ اسلئے جملہ حضرات سے پُر زور استدعا ہے کہ وہ اسکی خریدار بنانے کی کوششوں کو محض بوجہ الدنیا دہ سے زیادہ تیز فرمادیں اور دل سے کوشش فرمائیں کہ اسکی اشاعت کا حلقہ وسیع ہو۔ تاکہ یہ بار گراں ادا ہو سکے۔

ختم ہونے والے سال میں جن حضرات نے اس رسالہ کیساتھ خصوصی تعاون فرمایا خواہ نقد روپے سے، یا خریداروں کی فراہمی سے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے ایسی خاموش امداد فرمائی ہے کہ ادارہ ان کے نام و پتے سے بھی واقف نہیں۔ مگر دل سے ان کا ممنون احسان ہے۔ اور بعض حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱	محترم ڈاکٹر امیر الدین صاحب لاہور ۱۳۵ روپے	۱۲	محترم حاجی حکیم عبد الحمید صاحب دہلی ۶ خریدار
۲	محترم جناب غیاث محمد صاحب لاہور ۸ روپے	۱۳	مولانا عزیز الرحمن صاحب ایبٹ آباد ۵ خریدار
۳	محترم حاجی احمد شاہ صاحب کراچی ۲۵ روپے	۱۴	ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب کھر ۵ خریدار
۴	محترم کرنل ضیاء اللہ صاحب لاہور ۱۰ روپے	۱۵	پروفیسر جی۔ بی۔ سردار محمد صاحب لاہور ۵ خریدار
۵	چودھری غلام محمد صاحب گوجرانوالہ ۴ روپے نقد ۵ خریدار	۱۶	بابو محمد نصیب صاحب لاہور ۵ خریدار
۶	محترم مولانا شمس الحسن صاحب نقاوی کراچی ۲۲ خریدار	۱۷	حاجی محمد اشرف صاحب گوجرانوالہ ۵ خریدار
۷	محترم مولانا سید محمد الحسن صاحب نقاوی کراچی ۲۲ خریدار	۱۸	جناب میر فائق صاحب لاہور ۵ خریدار
۸	محترم جناب سید جعفر فیاض الحق صاحب فیض آباد ۱۲ خریدار	۱۹	جناب تریبشی مختار صاحب لاہور ۵ خریدار
۹	محترم مولانا محمد عرفان صاحب لاہور ۱۰ خریدار	۲۰	خان بہادر محمد یوسف صاحب لاہور ۵ خریدار
۱۰	محترم ایم۔ بی۔ پنجوہ صاحب ۷ خریدار	۲۱	جناب ڈاکٹر غور شید احمد صاحب لاہور ۴ خریدار
۱۱	کینان بابو عنایت محمد طور ۶ خریدار	۲۲	جناب غلام محمد صاحب بنی لے کراچی ۳ خریدار

اس کے علاوہ جناب باوانی صاحب کلاتھم پرنٹ کراچی نے مبلغ پچاس روپے کے رسائل یکمشت خرید فرما کر مفت تقسیم کرائے۔

ادارہ ان سب حضرات اور دیگر معاونین کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ اور سب کے لئے دعا گو ہے
اب ادارہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جو بھی رسالہ کی خریداری اتنی بڑھ جائے گی کہ ادارہ کو اس سے بچت کی صورت ہونے لگے تو انشاء اللہ فوراً ہی ایک ”د مکتبہ“ کی بنیاد رکھ دی جائے گی

جس میں علما و حقہ کی عموماً اور حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب نظامی قدس سرہ کی تصنیفات کی خصوصاً اعلیٰ پایہ پر بہتر سے بہتر نہایت اہتمام کے ساتھ اشاعت شروع کر دے جس میں اس امر کا خصوصیہ کے ساتھ خیال رکھا جائے کہ قیمتیں کم سے کم مقرر کی جائیں تاکہ خریداروں پر بامقرب یہ ارادہ تو بہت بڑا ہے مگر خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید نہیں کہ اس کا کوئی انتظام فرمادیں۔ امید ہے کہ جملہ حضرات کو اس بخیر سے اتفاق ہو گا اور اس میں پورا تعاون فرمائیں گے۔

گزشتہ سال کے شماروں میں سے شمارہ ۷۷ سے لیکر علائقہ دفتر میں موجود ہیں جو حضرات جدید خریدار بنائیں ان کو اس کی ضرورت اطلاع فرمادیں تاکہ جو صاحب خریدنا چاہیں وہ خرید فرمائیں۔
 زیر نظر شمارہ میں حضرت حکیم الامت نظامی دہ کے ملفوظات ”الکلام الحسن“ کا مجموعہ ختم ہو گیا اب اسی عنوان کے ماتحت النشاء المدوہ ملفوظات شائع ہو اکیس کے جواب تک کہیں نہیں چھپے۔ اور اس میں اس امر کا اہتمام کیا جائیگا کہ جو مضمون مشکل ہو اس کی تشریح کر دی جائے۔ نیز ”کلیب دشوئی“ اور حضرت رح کے مواعظ کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے گا جس سے رسالہ کی اہمیت اور بڑھ جائیگی اس کے علاوہ محترم مولانا عبدالحمید خاں صاحب ارشد کا ایک مقالہ جو مدت سے دفتر میں آیا ہو اور کہا ہے اور بعض ناگزیر مجبوریوں کی بنا پر اب تک اس کی اشاعت ملتوی ہوتی رہی اب شروع کیا جائیگا جو اس وقت النشاء اللہ بہت مفید ہو گا۔

ماہ اپریل میں کاغذ کی نایابی کی وجہ سے رسالہ شائع نہ ہو سکا جس کا ادارہ معذرت خواہ ہے اب ماہ اپریل اور مئی کا یکجا چھپ رہا ہے۔ اور النشاء اللہ جون اور جولائی دو ماہ کا بھی یکجا ہی چھپے گا۔ ناظرین کرام نوٹ فرمائیں تاکہ انتظار کی رحمت نہ ہو۔

کاغذ کی گرانی اور کیانی نے جو رخ اختیار کیا ہے اس کا اثر ادارہ انوار العلوم پر بھی لازمی طور پر پڑا۔ مگر اشاعت النشاء اللہ بند نہ ہوگی ضرورت اس امر کی ہے کہ سب حضرات پورا تعاون فرماتے ہیں آخر میں سب حضرات سے دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ اس رسالہ کو دین کی اشاعت و تبلیغ کا ذریعہ بنادے اور کارکنوں کو اخلاص و نیت کی توفیق بخشے۔ والسلام۔

مدیر

نقد و تبصرہ

نصرة القرآن

مؤلف مولانا عبد الحمید خاں صاحب ارشد۔ ناشر عبد الحمید صدیقی
یونائیٹڈ مجید موٹر کمپنی بندر روڈ کراچی ۷۷ سائز ۸x۲۲ کتابت و طباعت

دیرہ زیب۔ کاغذ سفید گلبر۔ صفحات ۳۳۶ قیمت مجلد پانچ روپے۔

زیر نظر کتاب میں منکرین حدیث کے پوچ پر وہ پیگنڈے کی طبعی کھولی گئی ہے اور اپنی افادی حیثیت سے کتاب نہایت اہم ہے۔ جو حضرات کسی وجہ سے انکار حدیث کے فتنہ سے متاثر ہو گئے ہیں ان کے لئے اس کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ کتاب کے شروع میں مولانا احتشام الحق صاحب کی تقریظ بایں الفاظ درج ہے۔

دعا کرتے مولانا عبد الحمید خاں صاحب ارشد کا مجموعہ مضامین محزون بہ نصرة القرآن کا اثر اشتیاق اور غور و غوض سے چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کیا۔ جی چاہتا تھا کہ اس مجموعہ کا لفظ لفظ اور بار بار مطالعہ کروں۔ لیکن گونا گوں مصروفیتوں نے جہاں اور بہت سی مساعرتوں سے محروم رکھا ہے اس سے بھی محروم ہی رہا۔ مولانا مصروف میری ذاتی ملاقات نہیں اور نہ مجھے اس سے پہلے سے مولانا کا علمی تعارف حاصل ہے لیکن جس اہم موضوع پر مولانا نے اپنی کاوش فکر اور قلبی صلاحیتوں کو صرف کیا ہے اس سے نہ صرف موصوف کی علمی اعلیٰ مستند اور کا پتہ ملتا ہے بلکہ مولانا وقت کے تقاضوں کا بھی ایک بیدار عالم کس طرح صحیح احساس رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کے علم و فضل میں برکت عطا فرمائے اور اس کو شش کو قبول عام عطا فرمائے۔

اس وقت انکار حدیث کا فتنہ انتہائی شباب پر ہے اور شریعت اسلامیہ کی حقیقی پابندیوں چھٹکارا حاصل کر رہا ہے اس فتنہ کی پوری سرپرستی کر رہے ہیں۔ احقر کی رائے میں اس فتنہ کا انسداد پہلی فرصت میں ضروری ہے۔ اور اسی مبارک سلسلہ کی یہ ایک کامیاب کڑی ہے
امید ہے کہ یہ کتاب مفید و نیکلے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ مقبول ہوگی!

بندہ احتشام الحق تھانوی
جیکب لائن کراچی

پیامِ محبت

از حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب تجذوب رحمۃ اللہ علیہ

جو مجذوب کا ہے کلامِ محبت	وہ دنیا کو ہے اک پیامِ محبت
یہ نظم جہاں ہے نظامِ محبت	ہر اک شے میں ہے انضمامِ محبت
تری چشمِ میگوں ہے جامِ محبت	تری زلفِ مشکیں ہے دامِ محبت
حقیقت ہی ہر چار سو جلوہ گر ہے	جدھر پھیر دوں میں زبامِ محبت
مری چشمِ پرِ نعم مرا قلبِ غیرِ نعم	یہ مینا اے الفتِ جامِ محبت
وہ آئے ہیں اور میں ہوں محو تصور	عجب کیف ہے کیفِ جامِ محبت
یہ تھا کون غارت گردینِ وایاں	اے لے دیا کسے نامِ محبت
آبی بس اب انتہا ہو گئی ہے	یہ ناشاد ہو شاد کامِ محبت
ہمیں دیکھ بیٹھے ہیں دریا پئے ہم	ابھی تو ہے منصورِ جامِ محبت
کہاں ان کی بزمِ طرب کے ہونِ قابل	میں شوریدہ سر تلخ کامِ محبت
محبت کو لازم ہیں رسوائیاں بھی	محب ہی نہیں نیک نامِ محبت
ہنسو تم دہر گزرا دوں گا تم کو	پلا دوں گا تم کو بھی جامِ محبت

خدا تجھ کو مجذوب رکھے سلامت

تجھی سے ہے دنیا میں نامِ محبت

مقام ادب ہے مقام محبت	سنبھل کر ذرا تیز کام محبت
محبت نہیں یہ ہے نام محبت	زباں ہی پر ہے بس کلام محبت
کمال محبت ، دوام محبت	عطا کر آئی بنام محبت
ضروری ہیں بہر قیام محبت	شکر رنجیاں تلخ کام محبت
بہت دن کا ہوں تشنہ کام محبت	پلا دے ان آنکھوں سے جام محبت
بڑا لطف دیتا ہے نام محبت	محبت ، محبت ، محبت ، محبت
پلا دے ان آنکھوں سے جام محبت	پلا دے ، پلا دے ، پلا دے
بیاس مروت ، بنام محبت	اے اک نظر اس طرف بھی خدارا
نہ لے آفت نہ لے انتقام محبت	محبت کے بدلے محبت تم ہے
نگہ دے رہی ہے پیام محبت	زباں سے وہ کچھ ہی کہے جائیں محکو
چھلکنے کو ہے میرا جام محبت	ہٹالے اسے اپنی مستانہ نظریں
رسائی سے بالائے پیام محبت	چڑھیں دار پر یا چڑھیں طور پر ہم
مراقبت نہ نام محبت	نہ ہوگا ابد تک بھی پورا نہ ہوگا
ہمہ کر چکا ہوں بنام محبت	زرو مال و عزت دل و جان ایماں

بہت دور پہنچا ہے مجھ کو تب بھی

بہت دور ابھی ہے مقام محبت

پندرہ گراں قدر اور بیش بہا کتابیں

عقلیات اور اسلام | جدید تعلیمیافتہ حضرات کو موجودہ سائنس کی وجہ سے جو اشکالات و شبہات اسلام کے متعلق پیش آگئے ہیں ان کا نہایت سلیس اور

عام فہم حل۔ یہ کتاب حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم کے افاضات میں سے ہے۔ اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گردپوش کے ساتھ تقریباً چھ سو صفحات۔ قیمت چھ روپے

حجیت حدیث | رسالہ انوار العلوم میں سی عنوان کے تحت حضرت مولانا حافظ محمد اویس صاحب کا مضمون بالاقساط شائع ہوا ہے۔ اب کتابی شکل میں اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گردپوش کے ساتھ۔ قیمت دو روپے

حیوة المسالین | حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا قدر تصنیف جس کو پڑھ کر انسان اسلامی اخلاق سے آراستہ اور رذائل سے پاک ہو سکتا ہے۔ زبان

نہایت سلیس اور عام فہم۔ اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گردپوش کیساتھ قیمت ۴ روپیہ ۸۰ | شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ کی تصنیف۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

تعلیم الدین | از افاضات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ۔

اصلاح الرسوم | از افاضات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ قیمت دو روپے

نشر الطیب | از افاضات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک انوکھے انداز میں۔ بڑا سائز۔ قیمت

تین روپیہ۔ چھوٹا سائز قیمت ساڑھے چار روپے | ماہنامہ انوار العلوم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

معارف القرآن

قسط سیزدہم

(انحضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب شیخ التفسیر والمحدث جامعہ اشرفیہ لاہور)

وَلَقَدْ عَلِمُوا مَنِ اشْتَرَاهُ مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

اور جان چکے ہیں کہ جو کوئی اس کا خریدار ہو اس کو آخرت میں نہیں کچھ حصہ

وَلَيْشَسْ مَا اشْتَرَا بِهِ الْفُسْهُمُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اور بہت بڑی چیز ہے جس پر بیجا اپنی جانوں کو اگر ان کو سمجھ ہوتی

أَلَهُمْ امْتَنُوا وَالْقَوْمَ امْتَنُوا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

وہ یقین لائے اور پرہیز رکھتے تو بد لائق اللہ کے ہاں سے بہتر اگر ان کو سمجھ ہوتی

شناختِ نبوت و کیم (۲۱)

قَالَ تَعَالَى وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ الْيَقِينِ إِلَى كَوْنِهِمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

فقط قرآن پر موقوف نہ ہیں کہ جس کے متعلق یہ یہاں کر دیا کہ قرآن تو جبریل لیکر آئے ہیں جو ہمارے دشمن ہیں

بلکہ البتہ تحقیق ہم نے آپ کی نبوت و رسالت کے ثابت کرنے کیلئے نہایت واضح اور روشن دلائل نازل

کئے جن میں کسی قسم کا اشتباہ اور التباس نہیں اور نہ ان میں جبریل کا واسطہ ہے پس اگر قرآن کو ذلیل قیوت

نہیں سمجھتے کہ جبریل سے دشمنی ہے تو ان آیات بینات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے اور انکو خود صحیح معلوم

ہے مگر عناد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ یہودی نے ایک

مزنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم اپنی نبوت کی کوئی ایسی نشانی نہیں لاتے جسے ہم بھی

بھی نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ ابن ابی حاتمؓ اور ان آیات بینات کا نہیں انکار کرتے

مگر وہی لوگ جو حدیسی سے گزر گئے ہیں اور مقتضا عقل و فقل دونوں ہی کو خیر باد کہہ چکے ہیں کیا یہ

اپنے فسق کے منکر ہیں حالانکہ ان کی عادت مستقر یہ رہی ہے کہ جب کسی ان لوگوں نے کوئی نعم

بیان کیا ہے تو ایک فریق نے تو اس کو بالکل پس پشت ہی ڈال دیا ہے حالانکہ نقص عہد عقل و

شرعاً ہر طرح صحیح اور مذموم ہے اور فقط بدعہدی ہی نہیں بلکہ اکثر ان میں سے تو ریت پر بھی ایمان نہیں
 رکھتے اور تو ریت میں جو حضور پر ایمان لائے گا عہد لیا گیا تھا اسکو واجب العمل نہیں سمجھتے۔ حال مطلب
 یہ ہے کہ بدعہدی تو ادنیٰ درجہ کی چیز ہے۔ بہت سے تو ریت ہی پر ایمان نہیں رکھتے اور جب
 تو ریت ہی کو واجب الایمان اور واجب العمل نہیں سمجھتے تو بدعہدی کرنے کو کیا گناہ سمجھیں گے اور جہاں
 کے پاس ایک عظیم الشان رسول آیا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسکو وہ پہچانتے تھے کہ یہ رسول
 اللہ کی ذات سے ہے انبیاء سابقین کی بشارتیں اور اس رسول کے معجزات اسکے صدق پر شاہد تھے
 اور پھر اسکے علاوہ وہ پیغمبر اس کتاب کی تصدیق بھی کرنے والا ہے جو اُن کے پاس ہے مثلاً تو ریت اور
 زبور میں نبی آخر الزماں کی خبر دہائی ہے مگر یا وجود اس کے اہل کتاب کے ایک فرقے نے کتاب اللہ
 یعنی تو ریت کو پس پشت ڈال دیا کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ اللہ کی کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے اور یا یہ معنی
 کہ جانتے ہی نہیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ غرض یہ کہ یہود نے اللہ کی کتاب
 کو پس پشت ڈال دیا جس کی انبیاء اکرام تلاوت کرتے تھے اور اُن منتروں کے پیچھے ہوئے کہ جن کی
 شیاطین الانس والجن حضرت سلیمان کے دور حکومت میں تلاوت کیا کرتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام
 کی حکومت چونکہ عام تھی جن اور انس چرند اور پرند سب اُن کے زیر حکم تھے اسلئے شیاطین اور جنات
 اور آدمی سب ملے جلتے تھے۔ شیطانوں نے آدمیوں کو جادو سکھا رکھا تھا۔ اور معاذ اللہ یہ سلیمان
 علیہ السلام کے حکم سے ہرگز سرگرم نہ تھا اسلئے کہ یہ کام کفر کا ہے اور سلیمان علیہ السلام نے کبھی کسی قسم کا کفر
 نہیں کیا نہ عملی اور نہ اعتقادی اور نہ قبل النبوۃ اور نہ بعد النبوۃ اسلئے کہ وہ تو اللہ کے پیغمبر تھے کفر کے
 مثالی کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ سحر کو سلیمان علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا سراسر افتراء ہے۔ یہود
 چونکہ سحر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نسبت کرتے تھے اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی برائی
 ظاہر فرمادی لیکن شیاطین نے از خود یہ کفر کا کام کیا کہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دینے لگے یہودیہ کہتے تھے
 کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی نہ تھے بلکہ ساحر اور جادوگر تھے اُسی کے زور سے جنات اور آدمی
 اور ہوا پر حکومت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ یہ کام کفر کا ہے اور سلیمان علیہ السلام نے
 کبھی یہ کام نہیں کیا اسلئے کہ نبی مصوم ہوتا ہے اس سے کفر کا صدور ہونا ناممکن ہے۔ نبی تو کفر اور شرک
 کے مثالی کے لئے آسمان پر نہ کہ زمین کے لئے اور علاوہ انہیں یہود اُس سحر کا بھی اتنا باع اور پیروی کرتے تھے

کہ بچہ ہر بابل میں دو فرشتوں پر ایک خاص حکمت سے نازل کیا گیا تھا جن کا نام ہاروت اور ماروت
 تھا وہ حکمت یہ تھی کہ لوگ سحر اور ججزہ اور کرامت میں فرق معلوم کریں تاکہ یہ غیر جادو و گدہ میں کوئی التباس نہ
 اشتباہ نہ ہو کیونکہ ظاہر و مجرہ کی طرح سحر بھی خارق عادت ہے اسلئے حق تعالیٰ نے دو فرشتے بصورت
 انسان بابل میں اتارے کہ لوگوں کو سحر کی حقیقت سمجھائیں تاکہ لوگوں کو سحر اور ججزہ میں کوئی اشتباہ پیش
 نہ لے آوے نہ کہ مقصود یہ تھا اسلئے یہ دونوں فرشتے کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے
 کہ جزا میں نیست کہ ہم تو مخلوق کیلئے فتنہ اور آزمائش ہیں کہ کون سحر سیکھ کر کفر اور معصیت میں مبتلا
 ہوتا ہے اور کون اس کی حقیقت اور قباحت کو معلوم کر کے اُس سے احتیاط اور پرہیز کرتا ہے سو کچھ
 اسکو سیکھ کر کفر کا کام نہ کرنا یعنی سحر نہ کرنا اس سے ایمان جانا ہے گا لیکن اس کے بعد یہی لوگ اُن سے
 وہ باتیں سیکھتے جی سے میاں اور چوہی کے درمیان تفرقہ ڈالتے اور یہ سمجھتے کہ یہ چیزیں بدون اللہ کی
 مشیت کے ضرر پہونچاتی ہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ یہ جادو و گدہ سحر کے ذریعہ سے کسی کو بھی بغیر اللہ کی
 مشیت اور ارادہ کے ذرہ برابر ضرر نہیں پہونچا سکتے جب چاہتا ہے سحر میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے اور جب
 چاہتا ہے تو اعمال کی تاثیر کو بند کر دیتا ہے اور سحر کو بے اثر بنا دیتا ہے اور اگر بالفرض والتقدیر سحر میں
 کوئی کفر اور شرک بھی نہ ہوتا تب بھی عقل کا مقتضی یہی تھا کہ سحر سے احتراز کرتے کیونکہ یہ ایسے علم کو سیکھنے
 ہیں کہ جو دنیا اور آخرت میں ان کے لئے ضرر رساں ہے اور اگر بالفرض مضر نہ ہو تو نافع بھی نہیں اور
 عاقل کا کام یہ ہے کہ جو چیز نقصان دے اور نفع نہ دے اُس سے احتراز کرے اور ان سحر میں یہ اشتغال
 اور اہتمام لاعلمی اور نادانی کی بنا پر نہیں کہ اُسکے ضرر سے سحر بولوں البتہ خدا کی قسم اُنکو خوب معلوم ہے
 کہ جو ان کفریات کو خرید لیا اُسکے لئے آخرت میں کوئی حقہ نہیں ہوگا اور البتہ بہت ہی بُری بات ہے وہ چیز
 جسکے بدلہ میں اُنہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کر ڈالا کاش اس بات کو جاننے کہ ہم سعادت ابدیہ
 کو فروخت کر کے شقاوت ابدیہ کو خرید رہے ہیں - غلامہ کلام یہ کہ یہود نے اپنے دین اور کتاب کے علم کو
 تو بیس پشت ڈال دیا اور علم سحر کے پیچھے ہو لئے اور سحر کا علم لوگوں میں دو طرف سے پھیلا ایک طرف مرتد
 سلیمان علیہ السلام کے عہد میں جو مکہ جنات اور انسان اُن کے عہد میں سے جملہ رہتے تھے اسلئے اُنہوں
 جنات اور شیاطین سے سحر سیکھا اور حضرت ایمان کی طرف نسبت کر دیا کہ یہ سحر جو کہ اپنی اسے جو کچھ
 کے لئے اور سے حضرت ایمان جنات اور ہوا پر حکومت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ یہ کام

کفر کا ہے۔ سلیمان نے کبھی نہیں کیا۔ ان کے زمانہ میں شیطانوں نے آدمیوں کو سکھایا ہے۔ دوسرے
 باروت اور ماروت کی طرف سے پہچان لاکو وہ دوسرے فرشتے تھے۔ انسان کی شکل میں شہر بابل میں رہتے تھے انکو
 علم سحر معلوم تھا جو کوئی ان سے جادو سیکھنا چاہتا وہ پہنچے ہی اُس سے سکھائیے کہ اس میں ایمان جانا ہیگا
 لیکن جب وہ امر کرنا تو سکھائیے اور صاف کہہ دیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے ایسے علم سے
 آخرت میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ دنیا اور آخرت دونوں ہی میں نقصان ہے بغیر اللہ کے حکم کچھ نہیں کر سکتے
 اگر علم دین سیکھتے تو اللہ کے یہاں ثواب پاتے اور اب بھی اللہ تعالیٰ نے اُن پر نوبہ کا دروازہ بند نہیں کیا
 جیسا کہ آئندہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لائے اور اللہ کی کتاب کا اتباع کرتے اور
 علم سحر اور کتب سحر اور مضر اور بیفائدہ علوم سے پرہیز کرتے جیسے اس زمانہ میں ناول اور بالظہور ساسے جو
 تخریب اخلاق میں جادو کا افرار کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جو بدلے اگرچہ وہ غوراً بہر دنیا اور
 دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے چہ جائیکہ سحر میں بطور ضروری برائے نام کچھ بچائے کاش ان کو اتنی عقل
 ہوتی تو سمجھتے کہ دنیا کے تمام منافع آخرت کے ایک نفع کے مقابلہ میں ہیں۔

فائدہ

شیاطین جس سحر کی تعلیم دیتے تھے وہ صریح کفر اور شرک تھی۔ ارواح کو خدا تعالیٰ کی برابر بنانا
 تھے اور اُن کیلئے وہ اعمال و تاثیرات ثابت کرتے تھے کہ جو باری تعالیٰ کیساتھ مخصوص
 ہیں اور اُن کی مدح میں ایسے منتر پڑھتے تھے کہ جیسے خدا تعالیٰ کی عظم علم اور احاطہ قدرت اور غایت عظمت
 و جلال ظاہر کر نیچے لئے حمد و ثناء کے کلمات پڑھ جاتے ہیں اور فرشتوں کی تعلیم میں یہ بات بھی نہایت
 احتیاط کیساتھ تعلیم دیتے تھے اور ساتھ ساتھ نصیحت کرتے تھے اور کفر کرنے سے منع کرتے تھے انکا مقصد
 حقیقت سحر کو واضح کرنا ہے تاکہ نبی اور متنبی میں اشتباہ نہ ہو اور سحر اور مجرہ کا فرق معلوم ہو جائے اور یہ
 بھی معلوم ہو جائے کہ مؤثر حقیقی سوائے باری تعالیٰ کے کوئی نہیں اور شیاطین کا مقصد سحر اور غیبال تھا

قصہ ہاروت و ماروت

تفسیر ابن جریر اور ابن کثیر اور درمنثور میں عبد اللہ بن عباس
 اور عبد اللہ بن عمر اور مجاہد اور قتادہ وغیرہم سے منقول ہے

کہ جب اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں اولاد آدم کے بڑے اعمال کے دفتر کے دفتر آسمان پر جانے لگے
 تو فرشتوں نے بنی آدم کے حق میں تحقیر اور طعن آمیز کلمات کہے کہ یہ کیسے بندے ہیں کہ اپنے مالک حقیقی کی نافرمانی
 کرتے ہیں حق تعالیٰ نے فرمایا میں نے بنی آدم کے خیر میں غصہ اور شہوت رکھا ہے اسلئے اُن کے گناہ

ہوتے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی شخص کو یہ اور وقت غصیبہ رکھ دوں اور زمین پر اتار دوں تو تم بھی ایسے ہی گناہگاروں
 میں مبتلا ہو گے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار ہم ہرگز تیرے گناہ کے پاس بھی نہ جائیں گے حق تعالیٰ
 نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے میں سے دو شخصوں کو منتخب کر لو۔ فرشتوں نے ہاروت اور ماروت کو جو فرشتوں
 میں کمال عبادت میں مشہور اور ممتاز تھے اُن کو منتخب کیا۔ حق تعالیٰ نے توشت ہو یہ اور غصیبہ کو اُن میں
 پیدا کر کے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور لوگوں کے مقدمات کا عدل اور انصاف کیساتھ فیصلہ کیا کرو اور شرک
 اور خون ناحق اور زنا اور شراب سے پرہیز کرنا حسب ارشاد خداوندی دونوں فرشتے آسمان سے زمین
 پر اترے۔ صبح سے لیکر شام تک قضا کے کام میں مصروف رہتے اور جب شام ہوتی اسم اعظم پڑھ کر
 آسمان پر چلے جاتے ایک مہینہ اسی حالت میں گذرایا ایک امتحان خداوندی پیش آیا کہ ایک عورت ستماء
 زہرہ بخشن و جمال پیش ہرہ آفاق تھی اس کا مقدمہ اُن کے اجلاس میں پیش ہوا۔ یہ دونوں فرشتے
 اُس عورت کے خشن و جمال کو دیکھتے ہی اُس پر فریفتہ ہو گئے اور اُس کو پہسلا نا شروع کیا اُس عورت
 نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم بہت سچی اختیار نہ کرو اور میرے خداوند کو قتل نہ کرو اور شراب نہ پیو میں
 تمہارے پاس نہیں آسکتی آپس میں دونوں نے مشورہ کیا کہ شرک اور قتل ناحق تو بہت بڑے گناہ ہیں اور
 شراب پینا اس درجہ کی معصیت نہیں اسلئے اس کو اختیار کر لینا چاہئے۔ غرض یہ کہ اُس عورت نے پہلے انکو
 شراب پلائی اور پھر بہت کہ سجدہ کرایا اور پھر شوہر کو قتل کرایا اور اُن سے اسم اعظم سیکھا اور پھر اُن کی ساتھ
 بہمستر ہوئی۔ بعد ازاں وہ عورت اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلی گئی اور اس کی روح زہرہ ستارہ کی روح
 کیساتھ جا ملی اور اس کی صورت زہرہ کی صورت ہو گئی اور وہ فرشتے اسم اعظم بھول گئے اسلئے آسمان
 پر نہ جاسکے جب ہوش میں آئے تو نہایت نادام ہوئے اور ادریس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر
 دعا اور استغفار کی اور بارگاہ خداوندی میں شفاعت کے خواستگار ہوئے۔ بارگاہ الہی سے یہ حکم آیا کہ
 عذاب تو تم کو ضرور پہنچا لیکن اس قدر تخفیف کی جاتی ہے کہ تم کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیوی اور اخروی
 عذاب میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو۔ فرشتوں نے دنیوی عذاب کو سہل اور آسان سمجھا کہ یہاں کا
 عذاب تو عنقریب منقطع ہو جائیگا اسلئے اس کو اختیار کر لیا۔ چنانچہ وہ اللہ کے حکم سے بابل کے کنوئیں میں
 اٹھ ٹنکا دئے گئے اور وہیں اُن کو آگ سے عذاب یا جا رہا ہے پھر وہ کوئی اُن کے پاس جاؤ سیکھنے
 جاتا ہے اول تو اس کو سمجھا دیتے ہیں اور جب اصرار کرتا ہے تو اس کو سکھا دیتے ہیں (قصہ ختم ہوا)

تحقیق

باروت و ماروت کا جو قصہ نقل کیا گیا اس میں علماء کے دو فرق ہیں ایک فرق یہ کہتا ہے کہ یہ قصہ سرتاپا موصوع ہے اور یہودی کی من گھڑت ہے اور انہی کی کتابوں سے ماخوذ ہے حضرات محدثین اس قصہ کو باعتبار رواایت کے غیر حتمی قرار دیتے ہیں اور حضرات متقدمین باعتبار درایت کے اسکو غیر معتبر کہتے ہیں۔ تاحضی عیاض اور امام رازی نے اس قصہ کا شد و مد سے انکار کیا ہے اسلئے کہ یہ قصہ اصول دین کے خلاف ہے

- (۱) اول یہ کہ فرشتے مصوم ہیں ان سے گناہ کا صدور و عصمت کے منافی ہے
- (۲) دوم یہ کہ جب وہ عذاب میں گرفتار ہیں تو ان کو فرصت کہاں سے ملی کہ لوگوں کو جادو سکھلائیں نیز تعلیم و تعلم کیلئے اختلاط شرط ہے جو مجوس ہونیکی وجہ سے مفقود ہے۔
- (۳) سوم یہ کہ ایک فاحشہ اور بدکار عورت کا دھوکہ سے اہم عظم سیکھ کر آسمان پر چڑھ جانا سراسر غیر معقول ہے۔

(۴) چہاں یہ کہ مسیح اور تبدیل صورت عقوبت کیلئے ہوتا ہے اور عقوبت تحقیر و اہانت لازم ہے اور آسمان پر پہنچ کر ستارہ بنجانے میں نہ کوئی عقوبت ہے اور نہ کوئی تحقیر اور اہانت ہے

(۵) پنجم یہ کہ زہرہ تو ایک شہسور ستارہ ہے جو ابتداء و آخر بینش عالم سے موجود ہے اور اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو مسیح کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ستارہ اس واقعہ کے بعد وجود میں آیا اور اس واقعہ سے پہلے یہ ستارہ موجود نہ تھا اور یہ سراسر غیر معقول ہے ان وجہ کی بنا پر ان علماء نے اس قصہ کا انکار کیا لیکن جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہم فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں روایات مرفوعہ اور افتخاریہ صحابہ و صحابہ کرام کے یہاں سے لے کر کثرت سے آئے ہیں کہ جن کا انکار ناممکن ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ بے اصل نہیں۔ انتہی۔

حضرت شاہ عبدالغفر نے دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے بارہ میں جس قدر روایتیں آئی ہیں اگر تفتیح کر کے ان تمام روایات کو جمع کیا جائے تو ان کا قدر مشترک حد تو اتنا کہ یہ سوچ جاسکتا ہے اگرچہ حق کی خصوصیات میں اختلاف ہو لیکن جو قدر مشترک حد تو اتنا کہ یہ سوچ چکا ہے اس کا انکار و منکار ہے افراد طویل اگرچہ ہر طریق اور ہر سند ضعیف اور ذہنی ہو لیکن ضعیف روایتوں کا تو اتنا بھی نزج و صحت کا موجب ہوتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ بجائے انکار اور تکذیب کے قصہ کی کوئی مناسب توجیہ کی جائے

جس سے اصول دین کی مخالفت نہ باقی رہے

(۱) وہ توجیہ یہ ہے کہ فرشتوں کی عصمت اس وقت تک ہے کہ جب تک فرشتے اپنی اصلی حالت اور اصلی حقیقت پر رہیں اور جب ان میں بھی کسی حکمت اور مصلحت سے شہوت اور غضب کی کیفیت پیدا کر دی جائے تو وہ مخالف فرشتے نہ رہے اس لئے اب ان کی عصمت بھی لازم اور ضروری نہ ہوگی۔

(۲) نیز عذاب اور گرفتاری کی حالت میں تعلیم سحر کا جاری رہنا محال تو کیا مستبعد بھی نہیں کیا جیلخانہ میں رہ کر افادہ اور استفادہ ممکن نہیں۔ ایک حاذق طبیب اگر اسکے ہوش و حواس سالم ہوں تو بیماری کی حالت میں بھی علم طب کی تعلیم لے سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کی قوت اور اکیہ انسان کی قوت اور اکیہ سے کہیں اکمل اور اتم ہے عذاب اور گرفتاری کی حالت ان کے لئے تعلیم سے مانع نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ غیب کے لوگوں کو بھی پہنچتی ہو گی نہ کہ وہ آسمان سے تعلیم کیلئے اتارے گئے تھے جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے کہ ہر سال ان کے پاس ایک شیطان جاتا ہے اور تازہ سحر سیکھ کر آتا ہے اور لوگوں میں پھیلاتا ہے۔

(۳) نیز عورت اگرچہ بد کا بھی لیکن مقصود اس کا قرب الہی کو حاصل کرنا تھا اپنے حسن و جمال کو اعظم کے معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ خرابی جو کچھ تھی وہ ذریعہ اور وسیلہ میں تھی۔ اصل مقصد میں کوئی قبیح نہ تھا حسن نیت کی برکت سے کامیاب ہوئی۔

(۴) اور جس طرح بغیر فضل بتلا فرشتے بشکل بشر بنا کر آسمان سے زمین پر اتارے گئے اسی طرح ایک ستارہ کی روح ایک حسین عورت کی شکل میں ہاروت و ماروت کی عصمت کے امتحان کیلئے نمودار ہوئی اور امتحان ہو جانیکے بعد اصلی صورت کی طرف لوٹ گئی یعنی صورت بشریہ سے عبودت کو لکبیہ کی طرف واپس ہو گئی جس طرح جنات مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور پھر اپنی اصلی صورت کی طرف لوٹ جاتے ہیں اسی طرح یہاں سمجھو۔ لہذا جن روایات میں عورت کا زہرہ ستارہ کی صورت میں مسخ ہو گیا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی روح کا تعلق زہرہ کی روح کیسا تھا کہ رو گیا اور یہ مطلب نہیں کہ یہ ستارہ پہلے سے موجود نہ تھا اور اب اس عورت کے مسخ ہونے کے بعد وجود میں آیا (۵) اور صورت کو لکبیہ اگرچہ کتنی ہی شرافت اور عظمت رکھتی ہو لیکن صورت انسانہ کے اعتبار سے بہت حقیر اور ذلیل ہے

مَا قَالَ تَعَالَى لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

خلاصہ کلام یہ کہ بعض علما نے اس قصہ کو اصول دین اور قواعد شریعت کے خلاف

سمجھا اسلئے اسکو غیر معتبر قرار دیا۔ اور بعض علماء نے کثرت طرق اور کثرت اسانید کی بنا پر اس قصہ کا بالکل انکار و ناسب نہیں سمجھا بیس سندوں سے زیادہ اس قصہ کا مروی ہونا اس کی غیر دیتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ضرور ہے بالکل بے اصل نہیں روایات مختلفہ کا جو قدر مشترک تھا یہ حضرات اسکے قائل ہیں اور خصوصیات کے بارہ میں توقف اور سکوت کیا اور جو باتیں نظامہ اصول شریعت کے خلاف معلوم ہوئی تھیں ان کی مناسبت تو جیسا وہ تاویل فرمائی اور یہ طریق نہایت احم اور معتدل ہے۔ روایت کا دار و مدار طرق اور اسانید پر ہے اگرچہ وہ طرق اور اسانید ضعیف اور دایہ ہوں چند ضعف و کمزوری کے لئے ایک گروہ قوت آجاتی ہے ایسے جو ضعیف حدیث متقدمہ طرق سے مروی ہو اصطلاح محدثین میں اسکو حسن وغیرہ کہتے ہیں لہذا کسی ضعیف روایت کے کثرت طرق اور کثرت اسانید سے یک نخت قطع نظر کر لینا اور اپنی مزعومہ روایت کی بنا پر اس روایت کا بالکل انکار کر دینا خود خلاف روایت ہے یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز آپ کے نزدیک خلاف روایت ہے وہ دوسرے عالم کے نزدیک بھی خلاف روایت ہو ممکن ہے کہ آپ کی روایت نے غلطی کی ہو۔ **قَوْلُ كُلِّ ذِي فَرْقٍ عَلَيْنَا وَ قَوْلُ كُلِّ ذِي فَهْمٍ فِيهِمْ** اور محض اسرائیلیات میں ہونا بھی تکذیب اور انکار کا سبب نہیں بن سکتا الا یہ کہ نصوص کتاب سنت اور قواعد شریعت اور اجماع امت کے خلاف ہو حدیث میں ہے حدیث ابن عباس بنی اسرائیل و لا حرج اسرائیلی بائوں کے نقل میں کوئی حرج نہیں

کہ یہ قصہ قطعاً صحیح ہے اور ناظرین بھی اسکو صحیح مانتے ہیں مطلب فقط اس قدر ہے کہ یہ قصہ ہر کہ روایات کا انکار نہ کریں باقی رہی آیات کی تفسیر سوائے اس قصہ کے صحیح ہونے پر موقوف نہیں جیسا کہ ناظرین نے تفسیر کو پڑھ کر دیکھ لیا ہو گا۔

میرا یہ مطلب نہیں

ایک شبہ اور اسکا ازالہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک غلطی فرماتے ہیں اگر پیشہ کیا جائے کہ سحر و جادو اور کفر ہے باقی اس کا جاننا اور بفرورشتہ ری اس کا یہ کہنا خصوصاً جبکہ اس پر عمل کرنے کی مخالفت بھی ساتھ ساتھ ہو تو حرام نہیں جیسے سورہ اور کئے کا گوشت کھانا حرام ہے مگر اس کی خاصیت معلوم کرنا اور اسکو بیان کرنا حرام نہیں۔ فقہاء نے کلمات کفریہ کیلئے ایک مستقل باب رکھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کن باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے فلسفہ کے بہت سے مسائل کفر ہیں لیکن اس کی تعلیم دینا بجائی ہے تاکہ اُس کی

ایک اور اشکال و اس کا جواب

ہا یہ اشکال کہ پھر اس کی تعلیم کیلئے فرشتے کیوں نازل کئے گئے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی یہ کام کیوں نہ لے لیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہدایتِ محضہ کیلئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اُن کی تعلیم سحر میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ان سے سیکھنے کے بعد اسی میں مشغول اور مبتلا ہو جائے تو اس طرح حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گمراہی کا سبب بعید بن جاتے جو اُن کی شانِ ہدایتِ محضہ کے منافی ہے۔ اسلئے حق تعالیٰ نے اُن کو فضائل کا سبب بعید بھی بنانا گوارا نہیں فرمایا۔ بخلاف فرشتوں کے کہ اُن سے تشریع اور تکوین دونوں قسم کے کام لئے جاتے ہیں اور تکوین میں جن طرح وہ مسلمانوں کی پرورش اور حفاظت کرتے ہیں اسی طرح وہ کافروں کی بھی پرورش اور حفاظت کرتے ہیں حالانکہ ہمارے لئے شرعاً کافری اعانت اور امداد ناجائز ہے۔ انبیاء و کرام کے تشریحی نظام سپرد ہو جاتا ہے اور ملائکہ کے تکوینی نظام سپرد ہو جاتا ہے۔ اسلئے تعلیم سحر کی خدمت ملائکہ کے سپرد ہوئی کہ اگر وہ اس میں فضائل کا سبب بن جائیں تو اُن کی شان کے خلاف نہ ہو گا۔ اور حضرات انبیاء و کرام ہی کا سبب بعید بننا ہی خلاف شان ہے۔

کذا فی تعلیم النعیم ص ۱۳۳ نمبر ۱۳ از تبلیغ

فائدہ

معلوم نہیں کہ بحالت عذاب وہ خود لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے ہیں یا جنات اور شیاطین کے واسطے سے افادہ اور استفادہ ہو جاتا ہے واللہ اعلم روح المعانی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا سِرًا وَعِنَّا وَقُولُوا انظُرْنَا
 لے ایمان والو تم نہ کہو راعنا
 ادر کہو انظرنا
 وَأَسْمِعُوا ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
 اور سننے رہو اور منکروں کو دکھ کی مار ہے۔

شعاعت لبست دوم (۲۲)

متضمن بتلقین احباب باادب خطاب

قَالَ تَقَالِي يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ وَلَيْكَا فَتَرَيْنَ عَذَابَ أَلِيمٍ ۝

رابطہ گذشتہ آیات میں یہود کے اتباعِ سحر کا ذکر تھا۔ آئندہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سحر کا اتباع یہودیوں کی طبیعتوں میں اس درجہ راسخ اور بچتہ ہو گیا ہے کہ ان کی گفتگو اور مخاطبت بھی سحر کے اثر سے خالی نہیں جس طرح سحر ایک طبع سازی اور حقیقت کی پردہ پوشی ہے اسی طرح ان کا کلام بھی سحر سے مزین ہے۔ صورت اُس کی تعظیم و تکریم ہے اور حقیقت اُسکی اہانت اور تحقیر ہے۔ حقارت پر عظمت کی منع کاری کر کے بات کرتے ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوتے تو سراً عیناً سے خطاب کرتے جسکے ظاہری معنی نہایت عمدہ ہیں کہ آپ ہماری رعایت کیجئے اور ہمارے حال پر توجہ فرمائیے لیکن جن معنی کا وہ ارادہ کرتے وہ نہایت فاسد اور گندہ ہیں یہودیہ لفظ بول کر احمق یا چرواہے کے معنی مراد لیتے۔ بہت سے مسلمانوں کو ان فاسد معنی کا علم نہ تھا انہوں نے یہ سمجھ کر کہ اہل کتاب حشراتِ انبیاء کے آدابِ بخوبی واقف ہیں جب علماء یہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ کلمہ تعظیم ہے اسلئے مسلمانوں نے بھی اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ لے ایمان والو ایمان کا مقتضی یہ ہے کہ تبلیہل وردھو کہ سے بچو اگرچہ تمہارا ارادہ دھوکہ کا نہ ہو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے وقت سراً عیناً کا لفظ نہ کہو جس میں فاسد معنی کا اثر ہے بلکہ اسلئے بجائے لفظ انظرنا کہو یعنی ہم پر نظر عنایت فرمائیے اور آپ جو ارشاد فرمائیں اسکو قبول غور سے سنو کہ دوبارہ سوال در ایسے موقع ہم الفاظ کے استعمال کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور

مَا يَوْدُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ

دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو منکر ہیں کتاب والوں میں اور منکر والوں میں یہ کہ

يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ

اترے تم پر کچھ نیک بات تمہارے رب سے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے

مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

جس کو چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے۔

کافروں کیلئے بڑا دردناک عذاب ہے کہ جو اس قسم کے الفاظ سے رسول و اہل ایمان کو ایذا پہنچاتے ہیں

فوائد

(۱) قرآن کریم میں اٹھاسی جگہ اس اُمت کے مسلمانوں کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب کیا گیا ہے

ان میں سے یہ پہلا موقع ہے۔ لکتابِ بقہ میں صرف انبیاء اکرام کو خطاب ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو

یہ شرف عطا فرمایا کہ قرآن کریم میں براہِ راست اس اُمت کو مخاطب بنایا۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن مسعود

سے درخواست کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ جب تو قرآن پڑھے اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے خطاب

کو سنے تو فوراً اپنے کانوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور قلب کو حاضر کرنا کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ تجھے خطاب فرما

رہا ہے اور کسی بھی چیز کا حکم دیتا ہے یا کسی بُری چیز سے منع کرتا ہے (رواہ عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند

والبیہقی فی شعب الایمان)

(۲) جس لفظ کے استعمال سے فاسد مخفی کا ایہام ہوتا ہو اس کا استعمال نہ کرنا چاہئے اگرچہ تکلم کی نیت صحیح ہو۔

(۳) انجلی کی اشارۃ اور کنایۃ تفسیر بھی کفر ہے اسلئے کہ یہود صراحتاً آپ کی تحقیر نہیں کرتے تھے۔ سوائے

ایک اشارۃ اور کنایۃ آپ کی تحقیر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو کافر فرمایا۔

شعاعت لبست سوم (۲۳)

قَالَ تَعَالَى مَا يَوْدُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلَى وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

(شان نزول) مسلمانوں نے یہود سے کہا کہ تم محمد رسول اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔

مَا مِنْ شَيْءٍ مِنْ آيَةٍ أَوْ نَذِيرٍ أَنْ لَا تَجِدَ مِنْهَا أَنْفًا لَا يَسْتَغْنِي عَنْهَا كَثِيرٌ
 جو بوقت کرتے ہیں ہم کو آیت یا نذیر سے تو پہنچتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا
 تَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ
 تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کو
 مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور تم کو نہیں اللہ کے سوا
 مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ
 کوئی حمایتی اور مدد والا

یہود نے یہ کہا کہ خدا کی قسم ہماری تو دلی خواہش تھی کہ اگر تمہارا دین ہمارے دین سے بہتر ہو تا تو ضرور
 اسکو قبول کرتے لیکن تمہارا دین ہمارے دین سے بہتر ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انکی تکذیب
 میں یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ سب غلط ہے اصل وجہ یہ ہے کہ یہ تمہارے خدا کرتے ہیں۔ اور کافر خواہ
 اہل کتاب ہوں یا مشرکین مکہ ذرہ برابر دل سے یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے
 تمہارے کوئی خیر نازل کی جائے لیکن ان کے خدا سے کچھ نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حکم نہیں
 اور اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنی رحمت سے مخصوص فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل
 واسے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت اور وحی سے سرفراز فرمایا اور اپنے فضل سے
 آپ کو افضل الانبیاء بنایا۔

شک اس جگہ رحمت سے مراد نبوت ہے۔ اور فضل اس احسان اور نکوئی کو کہتی ہیں کہ جو ابتداء والا ہو

شَنَا عِتْ لِسْتِ چہام (۲۴)

(شان نزول) یہود اور مشرکین بطور طعن یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب
 کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں اور پھر اسی بات سے منع کرتے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے نہیں
 بلکہ انہی طرف سے کہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اس قسم کی باتوں سے کافروں کا
 مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ شک اور شبہ ڈالیں کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے

چہرہ پر نازل ہوا دوسرا حکم خیر ہے تو اُس کے منسوخ ہو چکا کہنا معنی - اگر پہلا حکم خیر تھا تو دوسرا
 شریعت ہو گا۔ اور اگر دوسرا حکم خیر ہے تو پہلا حکم شریعت ہو گا اور وحی الہی اور حکم خداوندی کا شریعت نانا ممکن
 اور محال ہے۔ اس شبہ کے ازالہ کیلئے یہ آیت نازل فرمائی - جو اب کا حاصل یہ ہے کہ نسخ کے
 معنی تبدیل خیر یا شر کے نہیں۔ یعنی خیر کو شر کیسا تبدیل دینے کے نہیں تاکہ وحی الہی اور خیریت میں
 منافات لازم آئے بلکہ نسخ اور منسوخ دونوں ہی خیر ہیں اسلئے کہ ہم جب کسی کسی آیت کا حکم نسخ
 کرتے ہیں کہ اس آیت کے حکم پر عمل نہ کیا جائے اگرچہ اس آیت کی تلاوت باقی رہے یا ہم اُس آیت
 ہی کو ذہنوں سے بہلا دیتے ہیں کہ اس آیت کے الفاظ کو کسی حکمت اور مصلحت کی بنا پر قوت حافظہ سے
 فراموش کر دیں اگرچہ حکم اس آیت کا برقرار رکھیں کہ اس آیت کے ذہنوں سے نکل جائیگی وجہ سے تلاوت
 کی عبادت اور لذت تو حاصل ذکر سببیں لیکن اُس منسوخ التلاوة آیت کے حکم پر عمل کر کے اللہ کی
 خوشنودی حاصل کر سبیں۔ بہر حال ہم چاہے کسی آیت کے حکم کو منسوخ کریں یا اس آیت کو ذہنوں
 سے بہلا لیں نسخ کے بعد اُس آیت منسوخ یا فسخیہ سے کوئی بہتر چیز لاتے ہیں یا اس آیت کے مثل
 لاتے ہیں یعنی حکم نسخ حکم منسوخ سے سہولت عمل یا موافقت مصلحت یا کثرۃ ثواب کے اعتبار سے
 بہتر ہو تبسے یا برابر کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اسکو سب اختیار ہے۔
 ہر لمحہ اور ہر لحظہ اُس کی عجائب قدرت اور غرائب مشیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جیسے مرض کا صحت
 سے بدلنا اور فقر کا تو گری سے بدلنا اور عورت کا ذات سے بدلنا اور دشمنی کا تاریکی سے بدلنا پس
 جو ذات ان تغییرات اور تبدلات پر قادر ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ ایک حکم سے دوسرے حکم
 کو بدل دے۔ اور جس طرح احکام کو تعلیم میں حسب اقتضا و مصلحت تغیر اور تبدیل معاذ اللہ بہر حال
 نہیں بلکہ علین حکمت ہے اسد طرح احکام شرعیہ میں بھی باقتضا و زمان و مکان اور باقتضا و طبع
 تغیر و تبدیل علین حکمت اور علین مصلحت ہے۔ اور اس تغیر اور تبدیل سے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی تغیر
 اور تبدیل نہیں ہوتا۔ پہلے ہی سے یہ سب کچھ اسکے علم میں تھا۔ البتہ اس تغیر اور تبدیل سے ہمارے
 علم میں تغیر و تبدیل ہوتا ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کو قصور علم کی وجہ سے اس حکم کی مدت معلوم
 نہ تھی اور قصور فہم کی وجہ سے اُس حکم کو دائم اور مستقر سمجھ بیٹھے جب حکم نسخ نازل ہوا اس وقت اپنے
 قصور علم کا علم ہوا اور قصور فہم کا فہم ہوا۔ قوانین حکومت میں بھی تغیر اور تبدیل ہوتا ہے لیکن

وہاں کسی فرقہ گذاشت اور لاعلمی کی بنا پر پہلا حکم منسوخ ہوتا ہے۔ اور حق جل شانہ کے احکام میں تغیر و تبدل ہمیشہ حکمت و مصلحت کی بنا پر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم غلطی سے پاک ہے۔

لَا يَحْضِلُ رَبِّيَ وَلَا يَلْسَنِي
بیرار ہے غلط رو ہے اور نہ بھولتا ہے

مریض کے حالات بدلنے کی وجہ سے طبیب دوا بدلتا رہتا ہے یہ طبیب کی جہالت نہیں بلکہ دلیل حذاقت ہے کہ ہر وقت کی مصلحت اسکی پیش نظر ہے۔ اور اس قدرت کے علاوہ کیا کچھ معلوم نہیں کہ اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمینوں کی اور حکومت اور بادشاہت کے لوازم میں سے ہے کہ احکام میں تغیر اور تبدل ہو لہذا جس وقت جو حکم دے اسکی تعمیل فرض اور لازم ہے اور اگر اسکے حکم اور فرمان کی تعمیل میں تاثر کر داور یہ کہو کہ ہم تو پہلے ہی حکم کو مانیں گے دوسرے حکم کو نہیں مانیں گے تو سمجھ لو کہ تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں کہ جو تمہیں اس کی گرفت اور بازو میں سے بچا سکے

فوائد

فائدہ اولی لغت میں نسخ کے دو معنی آتے ہیں ایک نقل اور تکرار جیسے نسخہ الکتاب یعنی کتاب نقل کی۔ دوسرے معنی رفع اور ازالہ کے جیسے نسخۃ الشمس الشمس الظل۔ آفتاب نے سایہ کو زائل کر دیا۔ آیت میں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی حکم اول کو اٹھانا

فائدہ دوم کتاب اللہ کا نسخ چند وجوہ پر آیا ہے (۱) ایک توبہ کہ تلاوت منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا جیسے آیت رجم کہ تلاوت اسکی منسوخ ہو گئی اور حکم اس کا باقی ہے (۲) اور ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو جائے اور تلاوت باقی رہے جیسے اقارب کیلئے وصیت کر نیکی آیت کہ حکم اس کا آیت میراث سے منسوخ ہو گیا اور تلاوت علیٰ حال باقی ہے اور مثلاً وہ آیت جس میں ایک سال کی عدت و قات کا حکم مذکور ہے تلاوت اور قرات اسکی باقی ہے مگر ایک سال کی عدت کا حکم چار مہینے اور دس روز کی آیت سے منسوخ ہو گیا (۳) اور ایک صورت یہ ہے کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ احزاب بقدر سورہ الفجر طویل تھی مگر اسکے اکثر حصہ کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔

فائدہ سوم نسخ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ حکم منسوخ کی جگہ دوسرا حکم نازل کیا جائے

تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ مَا فَتَحَ لَكُمْ مِثْلُ مَوْسَىٰ مِنْ

سلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے

قَبْلُ وَمَنْ يَتَّبِعْ لَكَ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

پہلے۔ اور جو کوئی انکار لےوے بدے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے۔

جیسے ایک سال کی عدت منسوخ کر کے چار مہینہ اور دس دن کا حکم نازل کر دیا گیا۔ دوسری قسم یہ کہ پہلا حکم اٹھالیا جائے اور کوئی جدید حکم اس کی جگہ نہ اُتارا جائے جیسے ابتدا میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم تھا بعد میں اٹھالیا گیا۔

فائدہ چہارم۔ نسخ۔ احکام یعنی ادا اور نواہی میں جاری ہوتا ہے۔ اخبار یعنی جو چیزیں خبر سے متعلق ہیں ان میں نسخ جاری نہیں ہوتا ہے۔ اور ادا اور نواہی میں باقتضا مصلحت تغیر و تبدل عقلاء عالم کے نزدیک مسلم ہے بلکہ مصلحت کے بدلنے سے حکم کو نہ بدلنا عقلاً قبیح ہے۔

فائدہ پنجم۔ نسخ کا منسوخ سے بہتر یا برابر ہونا یا اعتبار سہولت عمل یا باعتبار کثرت ثواب مراد ہے۔ نظم اور اعجاز کے اعتبار سے نسخ اور منسوخ کا برابر ہونا ضروری نہیں لہذا کتاب اللہ کا حدیث سے منسوخ ہونا کُنَاتٍ بِحُجْرٍ مِّنْهَا یعنی اس سے بہتر حکم نازل فرماتے ہیں (کے معافی ہوگا خوب سمجھ لو۔

شعاعت نسبت و نجم (۲۵)

قَالَ تَعَالَىٰ - اَمْ تَرِيدُونَ اَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ اِلَىٰ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

اے مسلمانو! کیا تم بھی یہی چاہتے ہو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے سوالات کئے گئے اسی طرح تم اپنے رسول سے یعنی سوالات کرو۔ بنی اسرائیل کی طرح احکام خداوندی میں قیل و قال کرو اور جنتیں نکالو! جیسے بقرہ کے قصہ میں گذرا مثلاً یہ سوال کرو کہ پہلا ہی حکم برقرار رکھا جائے یا ہم اس حکم سے خوش نہیں۔ اور جو شخص بجائے ایمان کے کفر کو اختیار کرے وہ سیدھے راستہ سے بہک گیا منزل مقصود کو کیسے پہنچ سکیگا۔ مطلب یہ ہے کہ احکام خداوندی میں جنتیں

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ
 کفار احسد ا من عند الفسهم من بعد ما تبين
 ان پر حق سوچم در گذر کرد اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ کہنا علم
 لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ إِنَّ
 اللہ علی کل شیء قدير و اقيموا الصلوة و اتوا الزکوة ط
 اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کھڑی کر دو نماز اور دیتے رہو زکوۃ
 وَمَا تَقْدِرُوا لَا نَفْسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ
 اور جو آئے بھیجی گئے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤ گئے اللہ کے پاس
 اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
 اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

الثالث

نکالنا اور اللہ کے نبی سے الجھنا اور لایعنی سوالات کرنا یا اللہ کے کسی حکم کو غیر متنا سبب سمجھنا یہ سب
 کفر کی بات ہے تمہارا فریضہ تو یہ ہے یہ
 زبان تازہ کروں باقرار تو
 نینک خلق علت از کار تو

شعاع البیت وشم (۲۶)

قَالَ تَعَالَىٰ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُّوْكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ
 لے مسلمانو۔ یہ یہود و قرآن اور دین میں طرح طرح کے شبہ نکالتے ہیں کہی شیخ احکام پر اعتراض
 کرتے ہیں اصل وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل کتاب کی دلی خواہش اور تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کو ایمان سے
 پھیر کر کافر بنادیں کہ اہل کتاب کی طرح تم بھی جدید حکم کا انکار کرو اور اپنے نبی پر یہ اعتراض کرو کہ
 تم نے پہلے تو یہ حکم دیا تھا اور اب یہ دوسرا حکم اسکے خلاف کیسا ہے۔ اور اس غرض فاسد کا کوئی پھول

الَّذِينَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَآ مَن كَانَ هُودًا اَوْ نَصْرِيًّا

جو کہتے ہیں برگزیدہ جادویں گے جنت میں مگر جو ہوں گے یہود یا نصاریٰ

باعتنا تمہاری جانب سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ بلاوجہ محض حسد کی بنا پر کہ جو خود ان کے ناپاک اور گندے نفسوں سے پیدا ہوا ہے اور پھر تعجب یہ ہے کہ ان کی یہ کوشش اور یہ حسد کسی شک اور شبہ کی بنا پر نہیں بلکہ بعد اسکے ہے کہ حق ان کو خوب واضح ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کا دین اور ان کی کتاب اور ان کا رسول سب سچے ہیں۔ نیز ان کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ ہر شریعت میں علی اختلاف المصالح احکام بدلتے رہتے ہیں۔ بفرہ ہی کے قصہ میں دیکھ لو کہ کتنی مرتبہ نسخ ہوا۔ تم ان کی باتوں کا خیال مت کرو۔ یہ حسد میں مبتلا ہیں خدا کا شکر کرو کہ تم حاسد نہیں محسود ہو۔ پس تم ان حاسدوں سے معاف کرو اور درگزر کرو یعنی زبان سے بھی ان کو کچھ برا بھلا نہ کہو اور فی الحال ان سے کوئی جنگ و جدال اور قتل و قتال نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تقیٰ جہاد و قتال اور جز یہ کا حکم نازل فرمائے۔ اور جہاد و قتال کے حکم میں تاخیر عاجز ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ فی الحال بھی قادر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے لیکن اس تاخیر میں کچھ حکمتیں ہیں وہ قادر تو انا جلیبہ کا ضعیف کو قوی پر غالب کر دینا۔ اور اگر تم کو اپنے ان دشمنان ایمان سے جہاد کا شوق ہے تو جہاد بالسیف کا حکم آنے سے پہلے جہاد بالنفس میں مشغول رہو اور نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ کو شینے رہو۔ اور نماز اور زکوٰۃ کے علاوہ جو نیکی اور بھلائی بھی تم آگے بھیج گئے تمام جمع شدہ ذخیرہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پاؤ گے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمہارا کوئی عمل ضائع ہو جائے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو خوب دیکھتا ہے۔ اس عمل کی کمیت اور کیفیت اور تمہارا اخلاص اور شوق اور میت سب اس کے نظروں کے سامنے ہے

شعاعت لیست و تم (۲۴)
باشتر اک نصاریٰ

تِلْكَ أَمَارَاتِهِمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے۔ کہہ لے آؤ سند اپنی اگر تم سچے ہو

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرٌ عِنْدَ رَبِّهِ

کیوں نہیں۔ جس نے تابع کیا منہ اپنا اللہ کی طرف اور وہ نیکی پر ہے اسی کو ہے مزدوری اسکی اپنی طرف سے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ اُن کو غم

۳۳

اور لے مسلما از یہود اور نصاریٰ تم کو دھوکہ دینے کیلئے یہ کہتے ہیں کہ جنت میں سوائے یہود اور

نصاریٰ کے ہرگز کوئی داخل نہ ہو گا تم کو فریب دیکر اور بہشت کا شوق دلا کر اپنی طرف کھینچنا

چاہتے ہیں تم ہرگز ان کی طرف مائل نہ ہونا اور نہ ان کی بات کی طرف التفات کرنا۔ یہ سب ان کی

خالی آرزوئیں اور دل کے بہلانے کی باتیں ہیں جن پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔ آپ ان سے

کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائیگا تو اپنی کوئی دلیل

پیش کرو بغیر دلیل کے کوئی دعویٰ مستمور نہیں البتہ جو امر دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت ہے اور

تمام اہل حق کے نزدیک مسلم ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے وجہ یعنی اپنی ذات کو خدا تعالیٰ کے سپرد

کر دے اور اسکے حکموں کے سامنے گردن ڈال دے کہ اللہ کا جو حکم بھی جس وقت پہونچے اسکو سننے

اور سر اور آنکھوں پر رکھے اور بیچوں و چراغ اس کو مانے اور اس اطاعت اور فرمانبرداری میں مخلص

اور نیکو کار ہو یعنی جب اللہ کی عبادت کرے تو اس طرح کرے کہ گویا کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیکھ رہا ہے

تو ایسے شخص کو اللہ کے یہاں اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا اجر ملیگا اور نہ انہر آئندہ کا کچھ خوف

ہو گا اور نہ گذشتہ پر غمگین ہوں گے۔ حاصل کلام یہ کہ قاعدہ یہ ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل

ہو گا کہ جس میں صفت اسلام بوجہ اللہ اور احسان کی پائی جائے اور ان لوگوں میں یہ دونوں

صفتیں مفقود ہیں پیغمبر وقت پر ایمان نہیں لائے اور جو احکام پہلے حکم کے نسخہ کیلئے نازل ہوئے

ان کو قبول نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ نسخہ آجانے کے بعد حکم منسوخ پر عمل کرنے والا مطیع اور فرمانبردار

نہیں رہ سکتا اور نہ احسان عملاً ان کو نصیب ہوا۔ اللہ کی شریعت میں کٹر لوٹ کی اور اللہ شہرہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ ۖ وَقَالَتْ

اور یہود نے کہا نصاریٰ ہمیں کچھ راہ پر اور نصاریٰ نے کہا

النَّصَارَى لَيْسَتْ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ ۖ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ

یہود ہمیں کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب

كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ

اسی طرح کہی ان لوگوں نے جن پاس علم نہیں انہیں ایسی بات اب اللہ حکم کرے گا

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

ان میں دن قیامت کے جس بات میں جھگڑتے تھے۔

بولا۔ ایسی حالت میں دخول جنت کی توقع خیال خام ہے۔ البتہ مسلمانوں نے اللہ کی آخری شریعت کو اخلاص کیساتھ قبول کیا وہ جنت کے مستحق ہیں۔

شَنَا عِتْ لِسَبِّثْ وَتَمْ بِاشْتَرَاكِ النَّصَارَى وَشُرْكِيْنَ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصَارَى إِلَى فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

ایک مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں نجران کے نصاریٰ آئے۔ علماء یہود بھی ان کو سنا کر آگے دونوں فریق کی آپس میں بحث شروع ہو گئی جوش میں آکر ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جوش میں آکر یہود یہ کہنے لگے کہ نصاریٰ کسی صحیح اور قابل اعتبار چیز پر نہیں بالکل بے بنیاد ہے سرے ہی سے کسی بنیاد پر قائم نہیں اور اسی طرح نصاریٰ

یہ کہنے لگے کہ یہود کسی چیز پر نہیں یعنی ان کا دین ہیچ اور بے بنیاد ہے اور حالانکہ دونوں فریق اللہ کی کتاب پڑھتے رہتے ہیں یعنی یہودی تورات کو اور عیسائی انجیل کو پڑھتے رہتے ہیں اور ہر

کتاب میں دوسری کتاب اور اُس کے رسول کی تصدیق موجود ہے۔ تورات عیسے علیہ السلام اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے اور انجیل موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی تصدیق کرتی ہے۔ اصل بنیاد

دونوں کی صحیح ہے اگرچہ بعد میں نسخ اور تحریف کی وجہ سے غیر معتبر ہو گئے۔ اور اسی طرح ان

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ
اور اس سے ظالم کون جس نے منع کیا

جیسی باتیں وہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ جن کے پاس علم نہیں یعنی مشرکین اور مجوس بھی یہی کہتے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہمارے سوا سب بے دین اور گمراہ ہیں پس یہ دنیا ہے یہاں جس کا جو بھی چاہے بے دلیل ہانک لے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان تمام امور کا علمی طور پر فیصلہ فرما دینگے جن میں یہ اختلافات کر رہے ہیں وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ یہودیت اور نصرانیت اپنے اپنے وقت میں صحیح تھیں۔ خاتم الانبیاء کے دین اور کتاب سے تمام ادیان منسوخ ہو گئے۔ اور اب قیامت تک سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین مقبول اور معتبر نہیں اور علمی فیصلہ سے مراد یہ ہے کہ اہل حق اور اہل باطل کیلئے جزا اور سزا کا حکم سنا دیا جائیگا جس سے حق اور باطل کے امتیاز کا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائیگا اور ہر شخص دیکھ لے گا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہ۔ اور فیصلہ میں علمی کی قیادت لگائی کہ علمی طور پر تو دنیا ہی میں دلائل و براہین سے حق اور باطل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اگر طبائع میں تعصب اور عناد و دھڑلہ تو دنیا ہی میں نزاع اور اختلاف ختم ہو جاتا لیکن دنیا میں علمی طور پر حق اور باطل کے اختلافات کا فیصلہ کرونا خداوند حکمت سے۔ دنیا دار فکلیف اور ذرا ہمت والا اور استقامت ہے۔ علمی فیصلہ یوم جزا ہی میں مناسب ہے۔

فَلَا تَكُن مِّنَ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَىٰ شَيْءٍ لَّا يَحْكُمُ بِهِ
میں متوکل کہیسا تمہیں تشبیہ دینا مقصود ہے لہذا تشبیہ میں انکار نہیں رہا۔ نیز تاکید کیلئے تکرار میں بلاغت ہے۔ نا فہم و لکسا و تقم۔

شناعی سبب و ہم با شترک نصاریٰ و مشرکین

قال تعالیٰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ إِلَىٰ إِنَّ اللَّهَ وَاسْمَ حَلِيمٍ
یہود اور نصاریٰ اور مشرکین سب ہی اسلام کے مدعی ہیں کہ ہم حق پر ہیں لیکن اگر دنیا غور کریں تو معلوم

وَسَخَىٰ فِي خَرَابٍ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا

اور دوہرا ان کے اُجڑے کو ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ بیٹھیں اُن میں

الْآخِلَيْنِ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

مگر دئے ہوئے ان کو دنیا میں خلیت ہے اور اُن کو آخرت میں بڑی

عَظِيمٌ ۚ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيُّمَا تُولُوْا فِئْتُمْ وَجْهٌ

ماری ہے اور مشرق کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی منوج

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَالِمٌ

جسے اللہ بزرگ اللہ گنہائش والا ہے خبر رکھتا

کہ جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکتا ہے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے خواہ دل سے اور خواہ

زبان سے اور خواہ اعضا اور جوارح سے اور فقط اس پر کفایت نہ کرے بلکہ اُن کے دیران اور پیرا

کرنے کی کوشش کرے مساجد کی بھرتی کرنا اور اُن کو منہدم کرنا یہ مساجد کی ظاہری تخریب ہے

اور عبادت اور ذکر اللہ کی بندش کر دینا یہ مساجد کی معنوی تخریب اور باطنی ویرانی ہے جیسا کہ

إِنَّمَا يُخْرِبُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ

اللہ کی مساجد کو یہی لوگ آباد کرتے ہیں جو ایمان

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ دَاوَاهُمُ الصَّلَاةَ

لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پیر اور نماز قائم کی

میں عمارت سے ظاہری اور معنوی دونوں قسم کی عمارت مراد ہے۔ اسی طرح وَسَخَىٰ فِي خَرَابٍ اُنہیں

ظاہری اور معنوی دونوں قسم کی تخریب مراد ہے۔ غرض یہ کہ مساجد کو ویران کرنا سب کے نزدیک

نہایت قبیح اور فعل شنیع ہے اور یہ تینوں اس میں مبتلا ہیں یہو داو اور نصاریٰ نے بیت المقدس

اور مسجد اقصیٰ کو ویران کیا اور مشرکین مکہ نے مسجد حرام کو ویران کیا اور اس میں خدا کا نام لینے سے

مانع اور مزاحم بنے ان ظالموں کو چاہئے تھا کہ مسجد میں قدم بھی نہ رکھتے مگر ڈرتے ہوئے کہ خدا

کے گھر کے ادب اور تعظیم میں ہم سے کوئی قصور نہ ہو جائے جس سے خدا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے

اس طرح کا ادب یہی ہے کہ اس کا اللہ کے ذکر اور عبادت سے آباد کرنا جائے۔ خدا کے دربار میں

داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے ہی دو رکعت نماز پڑھ لینی چاہئے۔ افسوس کہ یہ لوگ خدا

سے ڈرے اور نہ اُسکے گھر کا ادب کیا بلکہ ظلم ڈھانے لگے اور اللہ کے بندوں کو اس کے دربار میں حاضری سے روکنے لگے۔ اور ظاہر ہے کہ دربار شاہی کو ویران کرنے کی کوشش کرنا اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں اسلئے یہ لوگ دونوں جہاں میں سزا یاب ہونگے۔ ان کو قیامت میں بھی سخت رسوائی نصیب ہوگی کہ قتل اور قید کئے جائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا اور اے مسلمانو اگر یہ کافر تم کو مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ میں جانے سے روکیں تو مولود ہونا مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو تمہارے لئے مسجد بنا دیا ہے ہر جگہ تمہارے لئے نماز اور عبادت درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو جسم اور جسمانی نہیں کہ جو کسی خاص مکان میں موجود ہو اور دوسرے مکان میں نہ ہو وہ تو الہ اور اتم و راہ الہ اور اسے البتہ تم زمان اور مکان اور جہت کے ساتھ مقید ہوا اسلئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری عبادت کیلئے ایک جہت مقرر فرمادی اور ایک قبلہ متعین کر دیا لیکن اگر تم فرائض میں کسی دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکو۔ یا اندھیری رات میں قبلہ نہ معلوم ہو نیکی وجہ سے تم نے تحری کر کے نماز پڑھ لی اور بعد میں معلوم ہوا کہ نماز قبلہ رخ نہیں پڑھی گئی یا سفر میں سواری پر نوافل پڑھنا چاہتے تھے اور سواری کا منہ قبلہ کی طرف نہ تھا اور سواری سے اترنے میں دشواری تھی تو ان حالات میں نماز پڑھتے وقت جہد کرنا بھی منہ کر لو گے تو ادھر ہی اللہ کا رخ ہے یعنی وہی جہت اور سمت قبلہ کی ہے اور تمہاری نماز ہر حال میں صحیح اور مقبول ہے اور ہر حال میں اللہ کا قرب اور حضور تم کو حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ وسعت اور سہولت اسلئے عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ پڑھنے سے وسیع رحمت والے ہیں امام ربانی فرماتے ہیں کہ واسطے سے اللہ تعالیٰ کی ذاتی وسعت مراد ہے اس کی ذات کی طرح اس کی وسعت بھی بچوں و چگوں ہے جس کی کیفیت حیطة اور اک سے باہر ہے اور بندہ کی حاجتوں اور مصیبتوں کے خوب جاننے والے ہیں حسن بصری اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ حکم قبلہ متعین ہونے سے پہلے تھا ابتدا میں اختیار تھا کہ جس سمت میں چاہیں نماز پڑھیں بعد میں یہ حکم منسوخ ہوا مگر یہ قول ضعیف ہے اور روایات سے اسپر کوئی سند اور دلیل نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تحویل قبلہ کی تنہید ہے اور یہود اور نصاریٰ کا رد ہے کہ جو ہر ایک کی

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ط بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

اور کہتے ہیں اللہ کہتا ہے اولاد وہ سب سے پاک ہے بلکہ اُس کا مال ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور

الْاَرْضِ ط كُلُّ لَّهُ قَانِتُونَ ۝ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

سب اُس کے آگے ادب سے ہیں۔ نیا نکالنے والا آسمان اور زمین کا

وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

اور جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہوں اسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

قبلہ کو بہتر بتاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب سب اُسی کا ہے جس جہت اور جس سمت کی طرف متوجہ ہو نیکیا حکم دے وہی جہت قبلہ ہے۔ اور آیت کریمہ اپنے عموم کی وجہ سے ان تمام صورتوں کو شامل ہے کہ جو اسکے شان نزول میں مروی ہیں۔ البوکر رازی رح نے احکام القرآن میں اسی عموم کو اختیار فرمایا ہے

شناخت سہام ایضا با شتر اک نصاریٰ و مشرکین (۳۰)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ط اِلٰی كُنْ فَيَكُونُ ۝

اللہ کی مسجدوں کو ویران کرنا بلاشبہ ظلم ہے مگر یہ ظالم اس سے بڑھ کر مشرک کے ظلم عظیم میں مبتلا ہیں اور وہ ظلم عظیم یہ ہے کہ یہ ظالم یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے لئے اولاد بنا لی ہے۔ یہ وہ کہتے ہیں

کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے تھے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا احمقانہ اور گستاخانہ کلمہ ہے سب کو معلوم

ہے کہ اللہ سبحانہ تو الدار و تناسل سے پاک اور منزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد کا ہونا عقلاً ناممکن ہے اسلئے کہ بیٹا باپ کے مائل اور مشابہ اور ہم جنس ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ بے مثل و نہیچون و جگہوں ہے ورنہ اگر بیٹا باپ کے ہم جنس نہ ہو تو پھر وہ اس کا فرزند نہ ہو گا۔ نیز بیٹے کا باپ کے

ہم جنس نہ ہونا ایک عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ نیز باپ اولاد کا محتاج ہو تا ہے اور اولاد سے پہلے بیوی کا محتاج ہو تا ہے کہ اولاد بغیر زوجه کے ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ

صمد یعنی بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔ نیز ولادت کیلئے تغیر اور تبدیل اور تجزی اور انقسام
 لازمی ہے اور یہ خاصہ ممکن اور حادث کا ہے۔ قدیم میں کوئی تغیر اور تبدیل نہیں ہوتا۔ نیز اگر بالذات
 خدا تعالیٰ کیلئے فرزند ہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ وہ فرزند بھی خدا اور واجب لذات ہو گا یا نہیں اگر
 وہ فرزند خدا ہو تو لامحالہ مستقل ہو گا اور باپ مستغنی اور بے نیاز ہو گا اسلئے کہ خدا فی کیلئے بے
 نیازی لازم ہے حالانکہ بیٹے کا باپ سے مستغنی اور بے نیاز ہونا غفلتاً محال ہے بیٹے کا وجود ہی
 باپ سے ہوا ہے اور جب بیٹا خدا ہونے کی وجہ سے باپ سے مستغنی اور بے نیاز ہو گا تو پھر اس کا
 باپ سے کوئی تعلق بھی نہ ہو گا اور بیٹے کا باپ سے بے تعلق ہونا ناممکن ہے اسلئے کہ فرع کا اصل
 سے بے تعلق ہونا غفلتاً محال ہے۔ علاوہ ازیں جب بیٹا باپ سے مستغنی اور بے نیاز ہو گا تو باپ
 خدا نہ رہے گا اسلئے کہ خدا سے کوئی مستغنی نہیں ہو سکتا وہ خدا ہی کیا ہو کہ جس سے کوئی مستغنی اور
 بے نیاز ہو سکے اور اگر یہ کہو کہ وہ بیٹا خدا اور واجب الوجود نہیں تو لامحالہ وہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہو گا
 اور اس کا عباد اور مملوک ہو گا لہذا فرزند کا عباد اور مملوک ہونا لازم آئیگا اور بیٹا عباد اور مملوک
 نہیں ہوتا جیسا کہ آیت میں ارشاد ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی اس کے
 کوئی اولاد نہیں بلکہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں حاصل ہوئی کی ملک میں اور ملکیت اور انبیت ہی
 نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے شریعت میں یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے یا کسی قریبی رشتہ دار کو
 مالک بن جائے تو وہ فوراً آزاد ہو جانا ہے اسلئے کہ فرزندیت اور عبدیت میں تباہی کلی اور منافات تمام
 ہے پس جبکہ بندوں میں فرزندیت اور عبدیت جمع نہیں ہو سکتی تو بارگاہ الوہیت میں کیسے جمع ہو سکے
 ہیں۔ اور علاوہ مملوک ہونے کے آسمان وزمین کے رہنے والے تمام کے تمام جن میں فرشتے اور حضرت
 عزیر اور حضرت یحییٰ داخل ہیں سب اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بعضے برضا اور رغبت جیسے فرشتے
 اور انبیاء و کرام اور مؤمنین صالحین اور بعضے جبراً و قہراً جیسے شیاطین اور کفار و فجار۔ یہ کسی کی مجال
 نہیں کہ اس کے ارادہ اور مشیت کو ٹال سکے اور اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ اور کافر و فاجر جو ظالم ہیں
 اس کی معصیت کرتے ہیں وہ کوئی اور باطنی طور پر اللہ ہی کے ارادہ اور مشیت سے کرتے ہیں۔ اللہ
 تعالیٰ نے کسی حکمت اور مصلحت سے انکو معصیت کرنے کی قدرت دی ہے ورنہ اگر وہ قدرت نہ دیتا
 تو کوئی معصیت نہ کر سکتا۔ غرض یہ کہ تمام موجودات اس کے قبضہ تصرف میں ہیں جسکو چاہے ماسے

اور جس کو چاہے جلانے۔ کوئی اُسکے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اور جسکی یہ شان ہو اس کا کوئی
 ہم جنس اور مماثل نہیں ہو سکتا۔ اور بیٹے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ باپ کے ہم جنس ہو۔ اور عجب نہیں
 کہ کل لہ کا تہوون سے الزام مقصود ہو کہ جنکو تم خدا کا بیٹا اور اولاد کہتے ہو وہ سب اللہ کی بیوت
 کے معترف اور مقربین اور ہر وقت اسکی تسبیح و تہنیز میں لگے رہتے ہیں پھر تم ان کو خدا کی اولاد کس
 طرح بتلاتے ہو۔ نیز ولادت کیلئے مادہ اور مدت اور آلات اور اسباب کی ضرورت ہے اور خدا کی شان
 یہ ہے کہ وہ یٰٰلَہُمَّ الشَّہَادَاتِ وَالْاٰمِرُ ہے یعنی بغیر مادہ کے آسمان اور زمین کا موجد ہے۔ محض
 اپنی قدرت سے تمام کائنات کو پردہ عدم سے نکال کر مسمیٰ و موجود پر لا کر بٹھلایا ہے۔ پس اگر حضرت
 عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر دے تو اُسکے لئے مشکل نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی ایجاد میں کسی مادہ اور
 مدت اور کسی آلہ اور سبب کا محتاج نہیں اسلئے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسکو
 کُن کا حکم دیتا ہے یعنی موجود ہو جا۔ پس وہ تھی فوراً موجود ہو جاتی ہے اور فرشتے اور حضرت عزرائیل
 حضرت عیسیٰ سب اسی طریقہ سے پیدا ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے پیدا ہونیکا نام اسی کے
 نزدیک ولادت نہیں پھر کیوں ان کو خدا کی اولاد بتاتے ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین خدا تعالیٰ کیلئے اولاد تجویز کرتے تھے۔

اول حق تعالیٰ نے مسیح آئندہ فرما کر اولاد سے اپنا پاک ہونا بیان فرمایا اور
 بعد ازاں چند وجوہ سے ان کا رد فرمایا اول یہ کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ سب اسکی ملک ہو
 اور اولاد ملک نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ تمام کائنات اس کی تابعدار اور اُسکے ارادہ اور مشیت کے
 مستغیر ہیں۔ کائنات کے ہر ہر ذرہ سے حدوث اور اعتبار کے آثار اور علامات نمایاں ہیں جو ہر ہر
 وجوب ذاتی کے منافی ہیں اور حادثات اور ممکن واجب ذاتی کا بیٹا نہیں ہو سکتا لہذا کائنات میں اس
 سے کوئی شئی بھی خدا کی اولاد نہیں ہو سکتی اسلئے کہ اولاد اگرچہ باپ کے برابر ہو لیکن ہم جنس ضرور ہوتی ہے
 اور کائنات کا کوئی ذرہ وجوب ذاتی میں باری تعالیٰ کا شریک اور ہم نہیں۔

اور اگر چاہو تو جملہ کُل لہ کا تہوون کو جملہ لہ صاۃ الشَّہَادَاتِ وَالْاٰمِرُ کا تہوون اور تکملہ بنا دو تو
 اب وہ ذوں جملہ ملکہ ایک ہی دلیل رد بینتے علیحدہ علیحدہ دلیل نہ نہیں گئے۔ تیسری وجہ یہ ہے
 کہ وہ یٰٰلَہُمَّ الشَّہَادَاتِ وَالْاٰمِرُ ہے یعنی اللہ تعالیٰ بغیر مادہ کے آسمان و زمین پیدا کر رہا ہے

اور ولادت کیلئے مادہ اور مدت درکار ہے۔ چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ کی ایجاد کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کو
 کُن فرمادیتے ہیں وہ اسی وقت موجود ہو جاتی ہے اور اس کا نام ولادت نہیں یا یوں کہو کہ یہ تمام صفات
 کمال خداوند و الجلال کیسا حقہ شخص ہیں کسی فرشتہ اور نبی میں یہ صفات نہیں پائی جاتیں خدا کے سوا
 نہ کوئی آسمان اور زمین کے ایک ذرہ کا مالک ہے اور نہ ایک چمچہر کے پر کی ایجاد اور تخلیق پر قادر ہے۔
 پھر کس طرح خدا کے فرزند ہوئے۔

فائدہ نصاریٰ جہان دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے جواب لا جواب ہوتے ہیں تو یہ
 جواب دیتے ہیں کہ ہماری مراد بیٹے سے حقیقی معنی نہیں بلکہ معنی مجازی مراد ہیں جیسے پیار اور محبت
 میں کسیکو بیٹا بول دیتے ہیں تو اس سے معنی حقیقی مراد نہیں ہوتے بلکہ محبوب اور برگزیدہ کے
 معنی مراد ہوتے ہیں اس معنی کر ہم حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

جواب اگر این اللہ سے خدا کے محبوب اور برگزیدہ کے معنی مراد ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کی
 کیا خصوصیت سارے ہی انبیاء و خدا کے محبوب اور برگزیدہ بندے ہیں۔ ابن اللہ کا اطلاق
 محبوب اور برگزیدہ کے معنی میں اگرچہ کفر اور شرک نہیں لیکن کفر اور شرک کا ایہام اس میں ضرور ہے
 جیسے غیر اللہ کو سجدہ بہ نسبت تعظیم و توحید کفر نہیں بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح مشرکیت محمدیہ میں سجدہ
 توحید و تعظیم کی طرح اس لفظ کے اطلاق ہی کو ممنوع قرار دیا۔ بارگاہ خداوندی کے تواب کے
 خلاف یہ کہ زبان سے کوئی لفظ ایسا نکال جائے جس میں خدا تعالیٰ کی تشریف و تقدیس کے خلاف کا ایہام بھی ہو نا
 پادری صاحبان جب بالکل ہی لاعلم ہو جاتے ہیں تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ مسئلہ ستر الہی اور خداوندی پر
 ہمارے سمجھانے سے قاصر ہیں، لیکن اب اس صریح خلاف عقل عقیدہ کے ملنے والے بہت ہی کم
 رہ گئے ہیں۔ سوائے ان پادریوں کے کہ جنکو مشنری سے تنخواہ ملتی ہے وہ حضرت مسیح کو خدا اور خدا کا
 بیٹا بتلاتے ہیں۔ باقی یورپ ابوالیشیا کے اکثر عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بندہ اور رسول سمجھنے لگے ہیں
 خدا کا شکر ہے کہ قرآن کریم کی ساری تیرہ سو بریں کی مسلسل پکار کے بعد بنی اسرائیل کی بہترینوں کی
 سمجھ میں آیا کہ انبیت اور تثلیث کا عقیدہ عقل اور نقل دونوں ہی کے خلاف ہے۔

وَقَالِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَنْزِيلًا يَرْسِلَ
 وہ کہتے تھے کہ جو علم نہیں رکھتے کیوں نہیں بات کرتا ہے ہم سے اللہ یا ہم کو آواز سے کوئی آیت
 كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَاءُ تَهْتِكُ
 اسی طرح کہہ چکے ہیں ان سے اگلے انہیں کی بات ایک سے ہیں دل بھی
 قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ
 ان کے چنے بیان کر دیں نشانیوں واسطے ان لوگوں کے جنکو یقین ہے

شعاعی ویکم ایضا با شراک نصاریٰ و مشرکین

قَالَ تَعَالَى وَقَالِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اَلِی ۝ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝
 گذشتہ آیات میں ان کی توحید کا حال بیان فرمایا۔ اب ان آیات میں نبوت کے بارہ میں ان کے شبہ
 کو بیان فرماتے ہیں۔ اور یہ ملاد ان یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بلا واسطہ کلام کیوں نہیں فرماتا
 کہ خود بالمشافہہ ہم سے یہ کہہ دے کہ یہ ہمارے نبی اور رسول ہیں تو ہم ان کی رسالت کے قائل ہو جائیں
 اور ان کی اطاعت کرنے لگیں یا اگر ہم سے کلام نہیں کرتے تو کم از کم من جانب اللہ ہمارے پاس
 کوئی ایسی نشانی آجائے کہ جسے دیکھ کر حکم بداعتہ آپ کی نبوت کا یقین آجائے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
 یہ کوئی تیرا جاہلانہ سوال نہیں جو جاہل ان سے پہلے گذرے وہ بھی ایسی ہی باتیں کہتے رہے ہیں اور یہی
 ان کے جاہل اور نادان ہونے کی دلیل ہے کہ باوجود اپنے کمال نالافتی کے اپنے کو خدا تعالیٰ کی ہم کلامی
 کا اہل سمجھتے ہیں۔ تم تو دنیاوی بادشاہوں اور امیروں کے ہم کلامی کا بھی رتبہ نہیں رکھتے اگر ہر شخص
 خدا کی ہم کلامی کا رتبہ رکھتا تو پھر انبیاء اور مرسلین کے سمجھنے کی ضرورت کیا تھی کیا دنیا میں کوئی شخص یہ کہہ
 سکتا ہے کہ میں وزیر کے حکم کو نہیں مانوں گا جب تک کہ بادشاہ خود بالمشافہہ مجھے آکر یہ نہ کہہ دے
 کہ یہ میرا وزیر ہے تم اس کی اطاعت کرنا اور چونکہ ان کی یہ بات بالکل مہمل تھی اسلئے حق تعالیٰ نے اس
 کا کوئی جواب نہیں ارشاد فرمایا ع پس جواب الحقی آمد سکوت
 بلکہ اس جاہلانہ سوال کے منشا کو بیان فرمایا وہ یہ کہ ان اگلے اور پچھلے کافروں کے دل ایک

اِنَّا رَسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ
 ہم نے تجھ کو بھیجا ہے بڑی بات لیکر خوشی اور ڈر منانے کو اور تجھ سے پوچھ نہیں

دوسرے کے مشابہ ہیں اس لیے ان بچہ نادرانوں کے شبہات پہلے نادانوں کے شبہات کے مشابہ
 ہیں یعنی اس زمانہ کے کافر اگرچہ پہلے زمانہ کے کافروں سے بہت بعد ہیں ادا کیں میں کوئی
 سلسلہ وصیت بھی نہیں مگر قلوب سب کے ہم رنگ ہیں اسی وجہ سے شبہات میں بھی تشابہ اور
 ہم رنگی ہے اور آیات اور معجزات کے انکار میں ایک دوسرے کے قدم اقوم ہیں اور من مانے معجزات
 کا مطالبہ کرتے ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ تم تو آؤ تَائِيْنَا آدِيَةً لِّكُلِّمِكُمْ اِيكُ نَشَافِي مَا تَكْتُمُوْنَ
 ہو۔ ایک نشانی نہیں تحقیق ہم آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کیلئے قصد ہا بلکہ ہر اہل حق
 اور روشن نشانیاں ظاہر کر چکے ہیں مثلاً شجر اور حجر کا آپ کو سلام کرنا اور جانوروں کا آپ کی
 نبوت کی شہادت دینا وغیرہ وغیرہ۔ مگر افسوس ان نادانوں کو ان روشن اور واضح معجزات سے
 کوئی نفع نہ ہوا۔ یہ آیات عینات ان لوگوں کے لئے نافع ہیں کہ جو یقین اور اطمینان حاصل کرنا
 چاہتے ہیں اور ضدی اور معاند نہیں۔

فائدہ تشبیہ اور تشابہ میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ مختلف المراتب ہوتے
 ہیں اور تشابہ میں دونوں مشابہ مساوی اور برابر ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے جہاں مساوات
 کا بیان مقصود ہوتا ہے وہاں بجائے تشبیہ کے تشابہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں مکا قال قائل
 رِقَ الزَّجَاجِ وَدَقَّتِ الْحُمْرُ فَتَشَابَهَا وَتَشَابَهَ الْأَصْمَرُ
 فَكَا مِثْلَا حُمْرٍ وَلَا قَدَحٍ وَكَامَا قَدَحٌ وَلَا خَمْرٌ
 اسی طرح یہاں تَشَابَهَتْ تَوُجُّجُھُہُمْ بِن تَشَابَهَ كَالْفِطْرِ فَنُضِرَافَرِیَا اسلئے کہ مقصود یہ بتلانا
 کہ اگلے اور پیچھے کافروں کے دل کیسا ہیں کوئی فرق نہیں۔

خَاتَمُ كَلَامٍ وَاتِمَامُ حُجَّتٍ وَالتَّزَامُ وَتَسْلِيْمُهُ سَيِّدَانَامُ عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
 اِنَّا رَسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا اَلِی قَاوِلِیْكَ عُمْرُ الْخَاسِرُوْنَ
 (رابطہ) یہاں تک بھی اسرار میں کی قیادتوں اور مشائخاتوں کو تفصیل کیسا بخیر بیان فرمایا

أَصْحَابِ الْحَيِّوَةِ وَلَكِنْ تَرْضَىٰ عَذَابَ الْيَهُودِ وَلَا النَّصْرَىٰ

دور سے دیکھو کہ ان کے لئے جو عذاب ہے اور نہ نصاریٰ اور نہ یہودی

حَتَّىٰ تَلْبِغَهُمْ مِّلَّتَهُمْ ۖ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۚ وَلَئِنَّ

جب تک کہ تم ان کو نہ پہنچاؤ گے تو ان کے لئے جو ہدایت ہے وہی ہدایت ہے اور یہی

اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ لَا

تو چلا ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

مَّا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا لَكِنَّمَا

تو میری کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کو نہ والا اور نہ مددگار جن کو پہنچے دی ہے کتاب

يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَمَن

وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے پڑھنے کا وہ اس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی

يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۚ

منکر ہوگا اس سے سوائے ان کو نقصان ہے

۱۲۹

شأنی نبی اسرائیل کی تفصیل کی ابتدا کو ان نعمت اور دنات اور نعمت سے فرمائی کہ مَا قَالَ تَعَالَىٰ

وَإِذْ قُلْنَا لِمُوسَىٰ لَنْ نَّبْدِيَكَ عَلَيْهِمْ وَاجِبٍ ۚ

اور وہ وقت یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز ایک

اور یہ درمیان میں ان کی قساوت قلب کو ذکر فرمایا۔

تَمَرَّقَتْ قُلُوبُهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ فَهَيَّ

پھر سخت ہو گئے تمہارے دل اس کے بعد ہیں وہ

كَالْحِجَارَةِ ۖ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ

پتھر کی مانند یا اس سے بھی زیادہ سخت

اور اس قبائح اور فتنائے کے سلسلہ کو ان کے کبر و نخوت پر ختم فرمایا کہ اس قدر مغرور اور متکبر ہیں کہ اپنے کو

خداوند ذوالجلال کی ہم کلامی کا اہل سمجھتے ہیں اور احکام الہامی کے وزراء و نائبین یعنی انبیاء و مرسلین

کے اتباع اور اطاعت کو اپنے لئے کسر شان سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ تکبر اور نخوت سے بڑھ کر کوئی

مرض نہیں تکبر ہی تمام امراض کی جڑ ہے۔ یہی مرض سب سے پہلے دنیا میں آیا اور یہی مرض ابلیس

کی لعنت کا سبب بنا۔ اب ان قبائح اور فتنائے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

دینا ہے کہ اے ہمارے نبی آپ معلوم اور رنجیدہ نہ ہوں اور اب ان کے رشد و ہدایت کی طمع دل
 سے نکال دیجئے جسکے دل پتھر سے زیادہ سخت ہوں اور کبر اور نخوت سے لبریز ہوں ان سے
 اسلام اور ایمان کی توقع نہ رکھیے۔ حق ان پر واضح ہو چکا ہے۔ آپ کی نبوت و رسالت کے لئے
 واضح اور روشن دلائل چھنے واضح کر دئے ہیں کہ جسکے بنی طالب حق کیلئے کسی قسم کے شک اور
 تردد کی گنجائش نہیں اور علاوہ انہیں ہتے آپ کو دین حق دیکر بھیجا ہے جو آپ کی نبوت کی
 مستقل اور روشن دلیل ہے اور ایسی ثابت اور پختہ ہے کہ جو موجب طمانینہ و یقین ہے اور
 شکوک اور شبہات سے اس میں تزلزل کا امکان نہیں بالفرض اگر آپ کوئی بھی معجزہ ظاہر
 نہ ہو تا تو فقط آپ کا دین حق اور آپ کی شریعت حق ہی آپ کی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے کافی
 اور کافی تھی۔ نیز سچے آپ کو مخلوق کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ ماننے والوں کو جنت
 کی بشارت سنائیں اور منکرین کو عذاب ڈرائیں اور پھر لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں
 اگر ایسے معجزات ظاہر کر دیئے جائیں کہ جن سے مجبور اور لاچار ہو کر ایمان لانا پڑے تو وہ ایمان
 بے سود ہے مکلف بنائیکا جو مقصد ہے وہ جبری ایمان کی صورت میں باقی نہیں رہتا اور اگر یہ
 بد نصیب اب بھی ایمان نہ لائیں اور آپ کی دعوت حق کو قبول نہ کریں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں آپ اپنے
 فرض منصبی یعنی دعوت و تبلیغ اور دیا آپ سے ان جہنمیوں کے بارہ میں کہ فی بائیس نہ ہوگی اور
 خود انہوں نے کفر اور جہنم کی راہ اختیار کی ہے۔ اگر آپ کا اختیار چلتا تو کبھی ان کو جہنم کی راہ نہ چلنے
 دیتے اور ان لوگوں کا آپ کی پیروی اور اتباع سے اعراض اسلئے نہیں کہ آپ کے دلائل نبوت میں کسی قسم کا
 قصور ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ یہود اور نصاریٰ ہرگز آپ راضی اور خوش نہ ہوں گے تا
 وقتیکہ آپ ان کی منسوخ ملت کا اتباع اور پیروی نہ کریں وہ اس غرہ میں ہیں کہ ہم کتب الہیہ کے علوم
 کے حامل اور علمبردار ہیں۔ ہم کسی کا کیوں اتباع کریں۔ ہم تو سب کے مقبول اور سرمدار ہیں لہذا جو شخص
 اپنے آپ کو مقبول سمجھتا ہو وہ تابع بننے پر کب راضی ہو سکتا ہے۔ آپ ان کے اس خیال خام کے
 جواب میں یہ کہہ دیجئے کہ تحقیق اللہ کی ہدایت ہر زمانہ میں وہی ہدایت ہے کہ جو اس زمانہ کا نبی
 اور رسول لیکر آئے اور گذشتہ ہدایتیں اگر چہ اپنے اپنے وقت پر ہدایتیں تھیں مگر منسوخ ہو جانے
 کے بعد ہدیٰ نہ رہی نہیں رہتی بلکہ ہوائے نفس بن جاتی ہے۔ اور نفسانی خواہشوں کا اتباع

کبھی ہدایت نہیں ہو سکتا وہ تو صریح ضلالت ہے اور اگر بغیر محال آپ ان ہوی پرستوں کی
نفسانی خواہشوں کا اتباع کریں بعد اس کے کہ آپ کے پاس اس بات کا علم قطعی آچکا ہے کہ اس
ہدایت اس میں منحصر ہے کہ جو اللہ نے آپ پر نازل فرمایا اور گذشتہ کی تمام ہدایتیں منسوخ ہو کر ہوا
نفس بن چکی ہیں پس لہذا آپ آخری حکم اور آخری ہدایت کو چھوڑ کر کسی پہلی ہدایت اور کسی پہلے حکم کا اتباع
کریں تو اللہ کے مقابل میں کوئی آپ کا حمایتی اور مددگار نہیں جو اللہ کے عذاب آیکو بچائے حتیٰ کہ اگر آپ
توریت اور انجیل پر عمل کریں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام بھی آپ کی مدد نہیں کر سکتے۔ ان پیاروں کا
تو ذکر ہی کیا۔

ف بہ تندی خطاب ظاہر حضور کو جو ایک مٹا نامعاین کو جو عناد کی بنا پر کلو مخاطب بھی نہیں بنایا اور ان
کے خطاب سے اعراض فرمایا۔ یہاں تک ان اہل کتاب کا ذکر تھا کہ جو میرائے نام اہل کتاب ہیں اونی حقیقت
پہلے کتاب پر ایمان نہیں رکھتے اور عناد اور تعصب کی وجہ سے حضور کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے آئندہ
آیت میں ان اہل کتاب کی طرح ہے کہ جنہوں نے دل و جان سے حق کا اتباع کیا چنانچہ قرأتے ہیں کہ
جی لوگوں کو چھنے کتاب یعنی توریت اور انجیل عطا کی اور انکی حالت یہ ہے کہ وہ اس کتاب کی تلاوت
اس طرح کرتے ہیں کہ جو اس کی تلاوت کا حق ہے یعنی اس میں لفظی تحریف کرتے ہیں اور نہ معنوی تحریف
اور نہ آخر الزمان کی جو بشارتیں ان کی کتاب میں ہیں ان کو چھپاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ حقیقت اپنی کتاب
پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی کتاب کی ہدایت اور بشارت کے مطابق ہی آخر الزمان کی تصدیق کرتے ہیں اور
جو لوگ نبی آخر الزماں پر ایمان نہیں لاتے وہ حقیقت اپنی کتاب پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ اور جانتر
کہ جو حضور پر ایمان میں یہ کہ ضمیر بچائے کتاب کے ہدی یا قرآن کی طرف راجع کی جائے یعنی جو لوگ توریت
اور انجیل کی کما حقہ تلاوت کرتے ہیں وہی اس ہدایت کو قبول کرتے ہیں جو نبی آخر الزماں پر نازل ہوئی
اور وہی اس آخری کتاب پر ایمان لاتے ہیں جسکی بشارت اپنی کتابوں میں پائے ہیں اور فلاح دارین
حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی کتاب کا انکار کرتے ہیں یعنی توریت اور انجیل میں تحریف کرتے ہیں
اور حضور کے ظہور کی جو بشارتیں ان کی کتاب میں مذکور ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔ پس یہی لوگ
خسارہ و اسے ہیں کہ اپنی کتاب پر جو ایمان رکھتے تھے وہ بھی ہاتھ سے گیا۔ اور جو انہیں ہے کہ حق
تبارک و تعالیٰ میں یہ کہ ضمیر ہدی اور قرآن کی طرف راجع ہو یا حضور کی طرف راجع ہو یعنی جو لوگ حضور

کی نبوت کے یا آپ کی ہدایت یا آپ کے قرآن کے منکر ہیں وہ انتہائی خسارہ میں ہیں اس لئے کہ حضور
آخری نبی ہیں اور قرآن آخری کتاب ہے جب اس پر بھی ایمان نہ لائے تو آخرت کی تجارت کا نزیعہ آخر کیا
ہے۔ ابن عباس رضی سے منقول ہے کہ جب جعفر بن ابی طالب حبشہ سے آئے تو چالیس آدمی اُن
کے ہمراہ تھے بتیئش اُن میں حبشہ کے تھے اور آٹھ شام کے تھے انھیں راہب بھی اُن میں تھا
اُن کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَيْنَاھُمْ الْکِتٰبَ سے صحابہ کرام مراد ہیں اور
الکتاب سے قرآن مراد ہے۔ اور حق تبارک و تعالیٰ سے مراد یہ ہے کہ تلاوت کے پورے حقوق
ادا ہونے چاہئیں۔ فرض کرو کہ ایک بادشاہ اپنے فرمان کو اپنے سامنے پڑھنے کا حکم دے
تو اس وقت یہ حالت ہوگی کہ ہر لفظ کو سنہل سنہل کر اور صاف صاف ادا کرو گے۔ اور معنی
اور مفہوم کی طرف بھی پوری توجہ ہوگی اور دل میں یہ پختہ ارادہ ہوگا کہ اس فرمان میں جس قدر بھی حکم
ہیں صرف ان کی تعمیل کروں گا۔ اور پڑھتے وقت دربار شاہی کے آداب بھی ذرا برابر غفلت
نہ ہوگی اسی طرح تلاوت قرآن کو سمجھو کہ ہم اللہ رب العالمین کے سامنے پڑھ رہے ہیں ایک ایک
لفظ کو صاف صاف ادا کرو۔ یہ ترتیل اور تجوید ہے اور اس کے اتباع اور تعمیل کے عزم بالجزم
کا نام ایمان اور اطاعت ہے اسی وجہ سے اُولَٰئِکَ یُؤْمِنُوْنَ یہ فرمایا اور حضرت عمر رضی سے
یَتْلُوْهُ حَقُّ تِلَاوَتِہٖ کی تفسیر میں منقول ہے کہ تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب قرآن کی تلاوت کرتے
وقت جنت کے ذکر پر گزرے تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے اور جب آگ کے ذکر پر
گزرے تو خدا سے پناہ مانگے کہ اے اللہ اس سے محفوظ رکھنا

(ابن ابی حاتم)

(باقی آئندہ)

ملفوظات

ملقب بہ

الکلام الحسن

(از ارشادات و ملفوظات حضرت حکیم الامت مرشدی و مولائی جناب مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دہلوی رحمہ اللہ)

(مجمع کردہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب ت فیضیہ مہتمم جامعہ شرفیہ لاہور)

(۱۹۵) فرمایا لکھنؤ میں ایک ترقی یافتہ مجمع کی درخواست پر میرا وعظ ہوا میں نے آئینہ و لکھنؤ

کو دیکھا قاسمیتینقا الخیرات الایہ کا بیان کیا اور استنباق کی حقیقت ترقی بتلا کر میں نے کہا
ما جو اتم نہ ترقی کہ عقلاً واجب کہتے ہو گے اور ہم شرعاً واجب کہتے ہیں تو ہم ترقی کے زیادہ حامی
ہے۔ کیونکہ ہم جب اس کو شرعاً واجب کہتے ہیں تو اس کے ترک پر گناہ کے بھی قائل ہوں گے۔

عرض تم اور ہم اس پر تو متفق ہوئے کہ ترقی مطلوب ہے اور اس پر بھی تم کو اتفاق کرنا پڑیگا کہ ہر ترقی
مطلوب نہیں کہ نہ اگر بدن پر مشروط ہو جاوے تو وہ بظاہر ترقی جسمانی ہے مگر تم بھی اس کا علاج
کرتے پھرو گے۔ اسی طرح اگر مٹن مفراط ہو جاوے تو اس کا بھی علاج کرنا ضروری سمجھو گے۔ پس
اس سے صاف معلوم ہوا کہ ترقی وہ مقصود ہے جو نافع ہو اور جو ضرر یعنی نقصان دہ ہو وہ مطلوب

نہیں۔ پس اتنے حصہ میں تو ہمارا اتفاق ہے اختلاف اگر ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ
کوئی ترقی نافع ہے کوئی مضر سو تم صرف دنیاوی ترقی کو نافع سمجھتے ہو اگرچہ آخرت میں مضر ہو
اور ہم دینی ترقی کو مطلقاً نافع سمجھتے ہیں اور دنیاوی ترقی کو قید عدم ضرر کی سیاحت و نہ ترقی فی الوم
والسمن کی طرح مضر سمجھتے ہیں چنانچہ قرآن عزیز میں اسی نافع ترقی کا حکم قاسمیتینقا الخیرات
میں فرمایا ہے کیونکہ خیر نافع کو کہتے ہیں۔ باقی مولویوں پر جو شبہ کیا جاتا ہے کہ مولوی تو جائز دنیاوی ترقی
کا بھی وعظ نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی ترقی کا وعظ جب کہتے جبکہ تم لوگ اس کو نہ
جانتے ہو تے تو وعظ سے اس کی ضرورت کو بتلایا جاتا۔ تم تو خود اس قدر زیادہ اس میں مشغول
ہو کہ حد و درجہ سے بھی نکل گئے ہو۔ پھر ہمارے وعظ کی آپ کو اس ترقی کے متعلق کیا ضرورت رہ گئی
بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ تم جو حد و درجہ سے نکل گئے ہو اس سے تم کو روکا جائے۔ اور قرآن مجید میں

اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو نہایت تصریح کیساتھ صاف کر دیا ہے۔ یعنی اول فاروق کی دنیوی زندگی کا ذکر فرمایا ہے

فخر جہ علی قومہ فی عزہ ینتبہ جب وہ اپنے خشم خرم لیکر ساز و سامان کیساتھ نکلا ہے

پھر دنیوی ترقی کے مقصود سمجھنے والوں کا قول نقل فرمایا ہے

قَالَ الَّذِينَ بَرُّوا وَنَاصُوا وَبَوَّأُوا لِدَاوُدَ الْحِیْوةَ دُنْیَا یَا لَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِیَ دُنْیَا دار لوگ کہنے لگے کیا خوب ہو تاکہ ہم کو بھی وہ

ساز و سامان ملا ہو تاکہ جیسا فاروق کو ملا ہے۔

فَأَسْرَوْهُ إِذْ لَمْ يَخِفْ عَظِیْمٌ وہ بھی وہ بڑا صاحب نصیب ہے

اس کے بعد مولویوں کا جواب ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ یَنْتَوُونَ الْعِلْمَ وَیُكَلِّمُونَ ثَوَابَ اللَّهِ خَیْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا یُلْقِیْهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ

اور جن لوگوں کو فہم عطا ہوا تھا وہ کہنے لگے اے تمہارا ناس ہو اللہ کا ثواب ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور۔

یہ تو دنیا داروں اور دین داروں کے اختلاف کی حکایت تھی آگے اللہ تعالیٰ ان میں فیصلہ فرما

ہیں اور فیصلہ بھی علی فیصلہ۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

فَحَسْبُنَا بِهِ وَیَدَا اِیْرَہُ الْاَرْضِ مَنْ قَمَا کَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ یَنْصُرُوْهُ

پھر تھے فاروق کو اور اُس کے محل سرا کو زمین میں جس ہنسنا یا سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ کے عذاب سے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُتَنَصِّرِیْنَ بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بچا سکا۔

جب اللہ تعالیٰ کا یہ علی فیصلہ دیکھا تو دنیوی ترقی کے طالبوں کی رائے بدل گئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَہُ بِالْاَرْضِ یَقُوْلُوْنَ وَیُكَاْرَبُ اللّٰہَ لِیَبْعَثَ الرَّسُوْلَ لَمِنْ بَشَرٍ

اور کل جو لوگ اس جیسے ہو چکی تھیں ان کا رہنے سے وہ کہنے لگے کہ میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے

مِنْ عِبَادَہٗ وَلَقَدْ رَاَوْا لَوْ لَا اَنْ قَوَّی اللّٰہُ عَلَیْہِمْ اَخْشَفَ بَنَیْ وَیُکَاْدُ لَا یُقَاتِلُ الْکَافِرِیْنَ وَنَہ

بیکو چاہی زیادہ دہندہ ہی ہوتا ہے اور بیکو چاہی تنگی سے دیتا ہے۔ اگرچہ اللہ کی مہربانی نہ ہو تو بیکو بھی

دھنسنا پڑتا۔ پس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو ظالم نہیں ہوتی۔

دنیوی ترقی کے مقصود سمجھنے والوں کا قول نقل فرمایا ہے

اور میں قسم کھتا ہوں کہ تم بھی علی فیصلہ کے وقت اقرار کرو گے کہ مولوی ٹھیک کہتے تھے مگر یہ فیصلہ کب ہوگا جبکہ موت آوے گی۔ اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کرو گے کہ اے علما حق پر تھے۔

(۱۹۶) فرمایا ایک منظم بزرگ نے دوسرے لائبریری بزرگ کو لکھا

لا خیر فی الاسراف
انہوں نے کیا لطیف جواب اُس کے نیچے لکھ دیا۔
فصول خری میں بھلائی نہیں

لا اسراف فی الخیر
بھلائی میں اسراف نہیں ہوتا

پھر فرمایا اسراف کی مشہور اور منصور تعریف یہ ہے کہ معصیت میں خرچ کرے۔ اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مثلاً کسی کی تنخواہ دس روپے ہے اور وہ چالیس خرچ کرتا ہے تو یہ اسراف نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ معصیت تو نہیں۔ اس اعتراض کا جواب ذہن میں نہ آنے سے بعض لوگوں نے دوسری تعریف بدل دی۔ میرے نزدیک تعریف تو یہی صحیح ہے اور اعتراض مذکور کا جواب یہ ہے کہ معصیت دو قسم ہے یعنی اور غیرہ۔ صورت مذکورہ میں معصیت غیرہ حکمی ہے کیونکہ اس طرح خرچ کرنے سے آخر معصیت میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

(۱۹۷) ایک شخص نے ایک پیسیہ بد یہ دیا بائیں صورت کہ الٹی حضرت والا کو پیش کر دی اور کہا کہ تین پیسے دائیں دیتے تھے۔ مجلس میں تحقیق کر کے اُس الٹی کے چار پیسے بٹھائے گئے مجبزیں پیسے ہمدی مذکور کو واپس دئے اور ایک پیسیہ غور رکھ لیا اور فرمایا بھلا اب اس بد یہ میں ریا کا کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

(۱۹۸) فرمایا طالب علموں کو زمانہ طالب علمی میں ذکر مشغول تو نہیں چاہئے مگر اعمال کی اصلاح اور اخلاق کی اصلاح کرنا فرض ہے۔

(۱۹۹) فرمایا مدینہ منورہ کے سفر کا خرچ حساب میں نہ لاوے کیونکہ وہ عاشقانہ سفر ہے پیادہ ہو سکے تو پیدل ہی جاؤ مگر ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ عاشق کیلئے بعض عشاق گنبد خضراء پر نظر کرتے ہی گر کر مر گئے ہیں۔

(۲۰۰) فرمایا ترک دنیا الیم یا بھی اور پسندیدہ چیز ہے کہ طالبین دنیا کو بھی اُن ہی لوگوں سے محبت ہوتی ہے جو تارک ہیں اور تارک دنیا کو طالبین دنیا سے محبت نہیں ہوتی معلوم

ہوا کہ ترک دنیا طالمین دنیا کے نزدیک بھی اچھی ہے

(۲۰۱) فرمایا کفار کو اگر کسی جزائرو وغیرہ میں مثلاً تبلیغ نہ ہوئی ہو تو وہ معذور ہونگے اور یہ مسئلہ بہت نازک ہے میں نے تفسیر میں بھی اس کو درج کیا ہے (اسکے بعد کتاب بیان القرآن سے اس مسئلہ کو پڑھ کر سنایا) اور فرمایا کہ مولوی عبید اللہ سندھی نے حجۃ البالغہ سے اس مضمون کو اخباروں میں درج کیا تھا مگر گول مول - ایک مولوی صاحب کانپوری نے اس کا رد کیا ہے (پھر ان عبارات کو حضرت والا نے ایک قلمی بیاض سے پڑھ کر سنایا)

(۲۰۲) فرمایا ابن عربی کی طرف فناء و انار کا قول منسوب ہے مگر ان کی طرف اسکی نسبت صحیح نہیں - اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ نے اس کی ایک توجیہ فرمائی تھی کہ شیخ کا یہ مسئلہ کشفی ہے اور یہ الفاظ عذاب ممکن ہے کہ ایک لمحہ کے واسطے ہو جیسا بعض کو معلوم ہوا ہے مگر اس میں ستمزار نہ ہو گا پس شیخ رح کو وہ زوال عذاب مکشوف ہوا اور اس زوال کا زوال مکشوف نہیں ہوا - وہ اس کا استمرار سمجھ گئے حالانکہ یہ غلط ہے اور نصوص صریحہ کے خلاف ہے -

(۲۰۳) فرمایا آیہ لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار اس کا نہیں یا سکتیں تھیں اور وہ بالیقین نہ ہوگا سے جو معتزلہ نے استلال کیا ہے اسکے کئی جواب دئے گئے ہیں ایک یہ کہ اور اک بالکنہ نہیں ہوتا - ایک یہ کہ اور اک دو قسم ہیں ایک یہ کہ رائی مرنی تک چلا دے - دوسرے یہ کہ مرنی رائی کے قریب چلا دے آیت میں پہلی قسم کی نفی ہے اور دوسری کے ثبوت کا ہے اور آیت کا آخری حصہ اسکے نہایت مناسب ہے اور تخییر یدیرا لا بصار کے مطابق ہے -

(۲۰۴) فرمایا تصوف کا کتاب و سنت سے بطور رموز و اشارات و علم اعتبار کو استنباط کرنا جائز ہے گو وہ مدلول بدلالات معتبرہ نہ ہو جیسا صوفیہ نے کیا ہے مگر سیاسیات کا ایسا استنباط جائز نہیں جیسا بعض جدید النحیال بل علم نے کیا ہے اور صوفیہ کے اس عمل سے تمسک کیا ہے وہم فرق یہ ہے کہ تصوف دین ہے اور دوسری نصوص کا مدلول ہے اور سیاسیات کو علوم صحیحہ ہوں مگر دین نہیں ہیں اور کسی نص کا مدلول نہیں -

(۲۰۵) فرمایا جب جن کبھی نظر آویں تو اذان کہہ دے اور اختلاف کی کثرت کسی کو ہو تو عامل لوگ اس کا علاج بتلاتے ہیں کہ سورہ نوح پڑھ کر سو جا دے بعض کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کا

اسم مبارک سینہ پر لکھ لے۔ بعض یہ بتلاتے ہیں کہ اُس سے خطاب کر کے کہے کہ بیشرم حضرت آدم کو تو سجدہ کرنے سے تجھے عار آئی تھی اور محمد سے برا کام کرا تا ہے تجھے شرم نہیں آتی۔

(۲۰۶) حضرت نے عرض کیا کہ اگر کسی پر جن کا اثر ہو تو اذان مفید ہوگی یا نہ ۱۹ فرمایا اس کے کان میں کہ میرے امید ہے کہ فائدہ ہوگا اور یا سورۃ الطارق پڑھ کر دم کہ دے اور حمل کی حفاظت کے لئے وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ وسیاہ مریج پر اَللَّيْلِ بَارِئٍ ہے اور دودھ چھوٹنے تک تھوڑی تھوڑی روزانہ حاملہ کو کھلا دے اور ہر بار وَاللَّيْلِ کے ساتھ درود شریف اور بسم اللہ بھی پڑھے (مجلس میں کسی نے بیان کیا جب کسی جن کو دیکھے تو ننگا ہو جاوے اس سے وہ دور ہو جانا ہی فرمایا اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہے اور خلافت شرع ہونا ظاہر ہے۔

(۲۰۷) فرمایا بعض ارواح بھی جو عالم ناسوت سے چلے گئے وہ اذن سے متصرف ہو سکتے ہیں اور کبھی وہ مختلف صورتوں میں متماثل بھی ہو جاتے ہیں اس کی توضیح میں فرمایا کہ حضرت مولانا گندوہی رح کو ایک معتقد شخص نے خواب میں دیکھا اور حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد خلافت مل گئی ہے۔ میرے ذوق میں اس سے مراد اذن لقوف مل جانا ہے کیونکہ خلافت کی غایت یہی تصرف ہے۔ دوسرا واقعہ اور بیان کیا کہ ہمارے وطن کا ایک شخص سہ کاری فوج میں ملازم تھا جب کابل میں جنگ ہوئی تو وہ اس میں شریک تھا اس نے بیان کیا کہ ایک معرکہ میں انگریزی افواج کو شکست ہو گئی تو ہم پریشانی پھرتے تھے ایک جگہ پہاڑ میں ایک مسجد نظر آئی وہاں پہنچے دیکھا کہ چند آدمی جماعت کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں نے اُن کے ساتھ نماز پڑھنا چاہا تو انہوں نے مجھ کو علیحدہ کر دیا اور کہا کہ تم علیحدہ نماز پڑھو ہم شہید ہیں ہم پر نماز فرض نہیں صرف تلذذ کے لئے نماز پڑھتے ہیں اسلئے تمہارا فرض ہمارے ساتھ ادا نہ ہوگا۔ اس شخص نے اسی سفر کا ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک جگہ پہنچا ایک جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کسی چھپر میں مقیم ہے اُس کے پاس ہم نے ٹھہرنا چاہا تو اُس نے کہا کہ اگر یہاں رات کو رہو تو رات کو باہر نہ نکلنا چنانچہ رات کا کچھ حصہ گزرا تو ہم نے دیکھا کہ باہر سے سوہرے بچوں کی آواز آرہی ہے۔ ہم نے باہر نکل کر دیکھا کہ سارے جنگل میں سوہرے ہی سوہرے پھیر رہے ہیں۔ ہم بہ منظر دیکھ کر پریشان ہوئے اور ڈرے۔ صبح کو اس بزرگ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسی واسطے تو ہم نے تم کو باہر دیکھنے سے منع کیا تھا۔

انہوں نے کہا اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب بتلا دیجئے یہ کیا بات ہے اس پر اس نے کہا وہ
 لوگوں کی ارواح متعلقہ ہیں جو مسلمانوں کے مقابلہ میں مارے گئے اس سے معلوم ہوا کہ اردو
 متشکل ہو کر کبھی اس عالم میں بھی آجاتے ہیں۔ اور اہل بدعت تو تشنل کے ساتھ ان کو مستقل مت
 بھی مانتے ہیں اور پھر دوام کے ساتھ جو دونوں جزوؤں کے اعتبار سے اعتقاد باطل ہے۔ اسی
 کی ایک دوسری حکایت ہے جو بہت عجیب ہے (اور ہنس کر فرمایا) اور بجز میرے اسکے سب ناو
 ثقات ہیں۔ اسکے راوی مولانا محمد یعقوب صاحب میں انہوں نے اپنے والد مولانا مملوک علی صاحب
 سے سنا اور انہوں نے خود صاحب واقعہ سے سنا اور کچھ آنا اس واقعہ کے خود مشاہدہ بھی
 واقعہ یہ ہے کہ دیوبند میں ایک شخص تھے بیدار نخت۔ لوگ ان کو بیدار نخت کہتے تھے وہ چار
 بھائی تھے۔ روان میں سے سید صاحب کے لشکر میں جہاد کے لئے گئے وہاں جا کر شہید ہو گئے
 ان میں ایک بیدار نخت تھے۔ ان کے والد کا بیان ہے کہ ایک روز میں تہجد کے وقت اپنی مردانہ
 مکان میں اٹھا۔ مکان میں اسی روز نئی چٹائی کا فرش منگایا گیا تھا اتنے میں یہی بیدار نخت
 آئے اور کہا کہ سید صاحب رحمہ اور مولانا شہید رحمہ ایک جماعت ان کے ساتھ آرہے ہیں فرش
 بچھاؤ۔ یہاں تک کہ وہی فرش بچھایا گیا اور یہ سب جماعت آگئی اور بیٹھ گئے ان کا بیان ہے
 کہ میں حیران تھا کہ یہ خواب ہے یا بیداری کی حالت ہے۔ ان بیدار نخت کے سر پر رومال
 بندھا ہوا تھا جو ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر پر باندھ لیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ سنا ہے تم
 شہید ہو گئے۔ اس نے کہا ہاں اسی جگہ میرے تلوار لگی تھی۔ پھر اس نے رومال کھولا اور نصرت
 سر کو ماتھ میں لے لیا اور کہا یہ زخم ہے۔ باپ نے کہا جلدی سے باندھ لو مجھ سے دیکھا نہیں جاتا
 اس نے اسی طرح باندھ لیا۔ لیکن اس کے خون کے چند قطرے فرش پر گرے پھر وہ سب اٹھ کر
 چلے گئے۔ بیدار نخت کے باپ کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تھوڑی دیر میں میری بیوی نے کہا کہ بیدار نخت
 یا بیداری تھی۔ مگر فرش جو دیکھا تو اسپر خون کے قطرے گرے ہوئے تھے۔ مولانا مملوک علی صاحب
 یہ واقعہ سنا اور تحقیق کیلئے دیوبند تشریف لائے اور خود صاحب واقعہ سے سنا اور وہ خون کے
 قطرے بھی دیکھے۔

(۲۰۸) فرمایا الطیفہ غیبیہ سے مراد کوئی عالم ملکوت کی جو ہری چیز ہوتی ہے خواہ وہ

مشتاق ہو یا کوئی روح ہو یا اللہ تعالیٰ کی ادھر کوئی مخلوق ہو۔

(۲۰۹) فرمایا شکر کی حقیقت میں اکثر کہ کوئی جراح مانع عنوان نہیں ملا جو اس حقیقت

کو بھی ظاہر کر سکے کہ بہت پرست مشرکین ہیں اور قبر پرستوں میں کوئی فرق کر سکے اس کو میں نے

ایسی کتاب الادراک والتوصل فی الاشتراک والتوصل میں مفصل بیان کیا ہے اور وہ الہاد

میں طرح بھی ہو چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں تو دونوں جماعتیں شریک ہیں کہ کفار

مشترکین بھی غیر اللہ کو مشترک بالذات نہیں مانتے بالاذن صرف کے قابل ہیں۔ اور اہل اسلام قبر

پرست بھی پہنچتے ہیں اور ارج طیبہ مصرف بالاذن میں مصرف بالذات ہیں لیکن دولوں کے

عقیدہ میں یہ مومن ہے کہ لفظ مسخر میں کے اعطاء میں دو بس طرح حکمت ظاہری سے حکمت باطنی سے

سے خود فصیح کر لیتا ہے اس طرح کفار ان بتوں کو منصف و ماذن اللہ تو جانتے ہیں مگر حضرات

میں ان کے تصرف کو اس معنی مستقل مانتے ہوں۔ ان تصرفات میں مشیت خاصہ حق کے محتاج

نہیں مستقل ہیں۔ اور قبر پرستوں کے نزدیک سب اُمور میں وہ صاحبِ قبر مشیتِ خاصہ کا بھی محتاج

ہے گریزوں کہتے ہیں کہ ان کے چاہنے سے وہ مشیت خاصہ بھی واقع ہو جاتی ہے۔ پس فرق ظاہر

ہو گیا اور قبر پرستوں کا یہ عقیدہ بھی ہے مگر اس پر غلط کیونکہ دلیل کے خلاف ہے شرک نہیں ہے

(۳۱۰) فرمایا ملائکہ بھی حق تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتے ہیں اور لرزاں و ترسناں ہیں حالانکہ

معصوم میں۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی۔

۲۱۱) افرمایا و مَادَّ عَمَلَكُمْ الْكَافِرِينَ بِالْآيَاتِ فِي ضَلَالٍ + اور نہیں پر کافروں کا بیکار نامہ ضلال میں

سے عدم اجابت دعا کا فریب استدلال کرنا جیسا بعض کا قبل ہے یہ شبہ سیاق و سباق پر نظر نہ کر کے

سے پڑا ہے۔ اس سے پہلے عذاب آخرت کا ذکر ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَازِنَةِ جَهَنَّمَ

ادعوا ربكم الى تولى قالوا فادعوا دعاءوا

پس کا ترجمہ سے معنی کی تردید نہیں ہووے دعاؤں سے بہتری درہم عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے۔

بجیس فی دعاویوں پر مامورین ہیں۔

(۲۱۲) فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ایک زمانہ میں مطہر مجتہائی میں دشنہ
 روپے کے مشابہہ پر کام کرتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوئے
 عرض کیا کہ حضرت اگر آپ مجھے مشورہ دیں تو ملازمت چھوڑ دوں۔ حضرت حاجی صاحب رح
 نے فرمایا ”مولانا ابھی تو آپ مشورہ ہی لے رہے ہیں۔ مشورہ دلیل ہے تردد کی۔ اور تردد دلیل
 ہے خامی کی اور خام کو ترک اسباب نہیں چاہئے“۔ یہ جواب وہی دے سکتا ہے جسکے سامنے حقائق
 پورے طور سے حاضر ہوں۔ اہل درس اپنے ذہن کو ٹٹول کر دیکھ لیں۔ ان سے ہرگز یہ جواب نہ
 بن سکے گا اور قیامت تک وہ ایسے مقدمات مرتب نہ کر سکیں گے۔

(۲۱۳) فرمایا بعض مشائخ حرام نوکری کے ترک کا اسلئے مشورہ نہیں دیتے کہ بعض اوقات
 گناہ کفر کا دقایہ ہو جاتا ہے مگر گناہ کو مبرا سمجھے۔ گناہ کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا ہو جاوے
 (۲۱۴) فرمایا سفر حج میں ایک مالدار اور ایک غریب کا عجیب مکالمہ ہوا۔ غریب کو نادی
 سے کچھ تکلیف پہنچی۔ اُسے دیکھ کر امیر نے کہا ناخواندہ جہان کے ساتھ یہی سلوک ہو نہایت اور
 جب تم کو بلایا نہیں گیا تو اُسے کیوں نہیں دیکھو اللہ میاں نے بلایا ہے تو کس طرح کا آرام پہنچایا
 غریب نے کہا کہ تم سمجھے نہیں۔ ہم تو مگر کے آدمی ہیں۔ تقریبات میں گھروالوں کی رعایت نہیں ہوا کرتی
 جیسی براتی جہان کی ہوتی ہے مگر وہ اجنبی ہوتا ہے۔ اسی لئے اُس کی خاطر کی جاتی ہے چنانچہ
 حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کہ سب سے زیادہ مقرب ہیں ظاہری ساز و سامان کم ملتا ہے
 اسلئے ہماری پوچھ کم ہے تمہاری زیادہ ہے۔

(۲۱۵) فرمایا حضرت میاں جی نور محمد صاحب (دادا پیر) رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ایک
 صاحب مولوی محمد اشرف مصنف تفسیر سورہ یوسف منظوم شروع شروع کچھ گستاخی کے کلمات
 کہا کرتے تھے۔ بعد ازاں نائب ہو کر حضرت میاں جی صاحب سے بیعت ہو گئے۔ مدت کے بعد
 حضرت نے اُن سے فرمایا بھائی میں ہر اہل تدبیر کہتا ہوں کہ تم کو مجھ سے فائدہ نہ ہوگا کیونکہ میں جب
 فائدہ پہنچانے کی غرض سے تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں تو تمہارے وہ گستاخانہ کلمات دیوار بنکر
 حائل ہو جاتے ہیں۔ ہر چند کہ شش کرتا ہوں کہ وہ حائل نہ ہوں مگر میں مجبور ہوں۔ اسی طرح
 ایک شخص نے کچھ ایسی حرکت کی تھی جس سے مجھ کو تکلیف ہوئی۔ پھر تعلق کی تجدید چاہی۔ میں

کہا دل نہیں ملتا۔ اس نے کہا اس کی بھی کوئی تجویز فرمائی جاوے۔ میں نے کہا جیسے تم نے مخالفت کا اعلان کیا تھا اسی طرح اپنی غلطی کا بھی اعلان کر دو۔ اُس نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا موضوع حق کے بعد بھی حق کے اعتراف سے کون مانع ہے۔ کہا استکبار اور عار مانع ہے۔ میں نے کہا تو ایسے متکبر سے میں تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔ پھر ان کے والد نے سفارش کی۔ میں نے کہا وہی شرط ہے اعلان کی جیسا سیر کی روایت میں ہے کہ ابلیس نے ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو بارگاہِ خداوندی میں کلام کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایسے وقت میں میری نسبت بھی کچھ عرض کر دیجئے کہ اب بہت ہو چکی معافی ہو جاوے تو بڑی عنایت ہو گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے وعدہ تو فرمایا۔ مگر جب قربِ خداوندی حاصل ہوا تو بھول گئے۔ خاص اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو یاد دلایا کہ تم نے جو شیطان سے وعدہ کیا ہے اُس کو پورا کرو۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تو جواب ملا ہاں۔ ہمیں معاف کرنا کیا مشکل ہے مگر اُس کو کہدو کہ اب قرآنِ مقدس علیہ السلام کو سجدہ کر لیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس سے بہت خوش ہوئے کہ یہ سجدہ کیا مشکل ہے خوشی خوشی شیطان سے اگر ذکر کیا اُس نے کہا ماہِ آپسے خوب کہی میں نے زندہ کو تو سجدہ کیا ہی نہیں اب مُردہ کو سجدہ کرو گناہ اسی طرح میرے یہاں بھی وہی شرط ہے۔ اُس شخص نے اول درخواست میں یہی کہا تھا آپ اگر توجہ فرمادیں تو دل بھی مل سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ غیر اختیاری ہے۔ دیکھئے حضورِ بحکمہ اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون صاحبِ خلق ہو گا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو فرمایا تھا

هَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تَجِيبَ وَجْهَكَ عَنِّي کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ تم سے اپنا منہ چھپا لو

حالانکہ وہ مسلمان ہو چکے تھے جس کی خاصیت یہ ہے

اَلْاِسْلَامُ يَجِدُ مَا كَانَ قَبْلَهُ اسلام نہاں چھپے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے

پس اس صورت میں تحقیق یہی ہے کہ یہ سب غیر اختیاری بات ہے تو میں کیسے دل ملاؤں مگر کئی سال کے بعد ان کو اس اعلان کی توفیق ہوئی۔ اب میرا بھی دل صاف ہے۔

(۳۱۶) فرمایا جب میں کانپور سے تعلق چھوڑ کر وطن آیا تو میرے ذمہ ڈیڑھ سو روپیہ کے قرض

تھے۔ میں نے حضرت ملا ناگنگوہی رح سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں کہ قرض اُتر جائے۔ حضرت

اگر ارادہ ہو تو دیوبند ایک مدرس کی جگہ خالی ہے میں وہاں لکھوں۔ میں نے عرض کیا کہ

حضرت حاجی صاحب رہنے فرمایا تھا کہ جب کانپور سے تعلق چھوڑ دو تو پھر کسی جگہ ملازمت کا تعلق نہ کرنا۔ لیکن اگر آپ فرماویں تو میں کر لوں گا اور یوں خیال کروں گا کہ یہ بھی حضرت حاجی صاحب کا ہی حکم ہے۔ گویا ایک ہی ذات کے دو حکم ہیں۔ مقدم منسوخ ہے اور مؤخر ناسخ ہے کیونکہ میں آپ کے حکم کو بھی بجائے حضرت کے حکم کے سمجھتا ہوں (کاتب الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ جواب محض علما و ظاہر اگر اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو یہی فیصلہ کریں گے کہ ہرگز نہ دے سکتے ۱۲) حضرت مولانا نے فرمایا نہیں نہیں جب حضرت نے ایسا فرما دیا ہے تو ہرگز اسکے خلاف نکریں باقی میں دعا کرتا ہوں۔

(۲۱۷) فرمایا خوف ہر چند کہ مطلوب ہے مگر اس میں بھی ایک حد ہے یعنی خوف اتنا ہو جو معاصی سے روک دے۔ اسی طرح شوق کی بھی ایک حد ہے اور اس حد کیلئے دو قیدیں بتلائی گئی ہیں اول مِنْ غَيْرِ ضَرٍّ ۲۱۷ مَضَرٍّ دوسری وَلَا فِتْنَةً مُضَلَّةً۔ قیاد اول میں ضرر بد فی ہر اول ہے یعنی شوق اتنا زائد نہ ہو جس سے ضرر بد فی لاحق ہو جیسا مثلاً غلبہ شوق سے بھوک نہ لگنا جس سے خجف ہو کر بیکار ہو جائے۔ دوسری قید میں ضرر دیر زمراد ہے فتنہ مضلہ اس کا قرینہ ہے اسلئے کہ غلبہ شوق میں بعض اوقات بے تکلفی اور گستاخی پیدا ہو جاتی ہے جیسا بعض مجتہدین سے صدور ہو جاتا ہے۔ سو گستاخی کی حد تک شوق بڑھ جانا ضرر دینی ہے اسلئے یہ قید لگائی۔ پس ہر چیز میں حدود ہونا چاہئے۔ مگر یہ سب مقصود بالغیر ہیں ہے اور مقصود بالذات میں کوئی حد نہیں جیسے ایمان۔

(۲۱۸) فرمایا حضرت نظام الدین صاحب دہلوی کی خدمت میں دو شخص مرید ہوئے کیلئے آئے۔ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ ہمارے ہاں کا حوض اس حوض میری بہت بڑا ہے۔ حضرت نے سن لیا فرمایا کیا تم نے اپنا حوض ناپا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا جاؤ اسکو ناپ کر آؤ۔ چنانچہ مدتوں کا رستہ طے کر کے وہ شخص وہاں گیا اور جا کر حوض ناپا تو ایک بالشت زیادہ نکلا۔ بہت خوش خوش واپس آیا کہ میری بات صحیح نکلی۔ آ کر عرض کیا کہ ناپنے سے ایک بالشت ہمارا حوض اس حوض سے بڑا نکلا۔ حضرت نے فرمایا تم نے تو کہا تھا کہ بہت بڑا ہے۔ ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا نہیں کہتے۔ جاؤ میں تم کو مرید نہیں کرتا کیونکہ تمہاری طبیعت میں

احتیاط نہیں ہے۔

(۲۱۹) فرمایا مجذوبین کشف سے صرف حاکی ہوتے ہیں خواہ وہ حال سے یا ماضی سے

یا مستقبل سے ہو۔

(۲۲۰) فرمایا سیاہ مرج کا چبانا بیداری کی اچھی تدبیر ہے۔ اور دماغ کو بھی مفید ہے

ذکر کی حالت میں جن لوگوں کو نیند کا غلبہ ہو ان کے واسطے یہ علاج ہے کہ فلفل سیاہ کا ایک ایک دانہ منہ میں چباتے جاویں (اور شب میں ملا نیسے مقوی دماغ بھی ہو گا فی مطب عبدالحق عفی عنہ)

(۲۲۱) فرمایا یہ اگر بہت زیادہ ہوتا تھا تو طبعا اگر ان گزرتا تھا لیکن کوئی شرعی دلیل اس کے

اوپر نہ ملتی تھی۔ اب الحمد للہ ایک حدیث سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ شب کو کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ

وسلم فرماتے ہیں کہ رو نہ کیا کرو۔ اور علت یہ بیان فرمائی فائدہ خفیف المحمل اس سے معلوم

ہو کہ ثقیل المحمل کا رو کر دینا جائز ہے۔

(۲۲۲) فرمایا دہلی میں ایک خاندان کے لوگوں کے نام بِسْمِ اللّٰہِ - بِاَدْنِ اللّٰہِ - مَا شَاءَ اللّٰہُ

وغیرہ کے طریق پر تھے۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رکھا۔ شاہ عبدالغفر صاحب

نے سنکر فرمایا اب یہ خاندان ختم ہو جائیگا چنانچہ یہی ہوا۔ اور پوچھنے پر فرمایا کہ اس لڑکی کا نام سنکر فوراً

اس آیت کا خطور ہوا

وَاِخْرَجُوْهُم مِّنْ اَیْہِمْ اِنَّہُمْ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور جنتیوں کی آخری بات یہ ہو گی کہ الحمد للہ رب العالمین

اس سے میں نے یہی سمجھا۔

(۲۲۳) فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیسے فہیم تھے کہ ان کو کچھ شہادت ہی پیش نہ آتے تھے ورنہ وہ فوراً

سوال کرتے اسی لئے بہت کم جگہ یسئلونک آ یا ہے اور جہاں آیا بھی ہے وہاں سوال کے تابع

ہو کر جواب نہیں دیا گیا بلکہ حکمت کے موافق جواب دیا ہے چنانچہ ایک جگہ

یَسْئَلُوْکَ عَنْ الْاَہْلِ

آپ کے متعلق پوچھتے ہیں۔

کے جواب میں جوارشاد ہے وہ بظاہر سوال کے مطابق نہیں ہے کیونکہ سوال علت سے تھا اور جواب

حکمت سے دیا گیا ہے۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زیادہ احتیاط فرمائی اور صحابہ کی خوش فہمی

یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ سورۃ الغام میں ایک جگہ

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكَ لَنَا

اگر خدا چاہتا تو شرک ہی نہ کرتے

کفار کا قول نقل کر کے آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا ہے اور دوسری جگہ یہی مضمون
لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكَ كُفُؤًا

اگر خدا تعالیٰ چاہے تو وہ شرک نہ کریں

خود ارشاد فرمایا جس میں بظاہر تعارض ہے مگر تطبیق یہ ہے کہ کفار کے قول میں مشیت بمعنی ضیاء
ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ حق تعالیٰ ہمارے شرک پر راضی ہے اس کا تو رد فرمایا گیا اور لَوْ شَاءَ
اللَّهُ مَا أَشْرَكَ كُفُؤًا میں مشیت تکوینی ہے۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ
غم نہ فرمادیں تکویناً یہی ہو نا تھا تو اس فرق کو صحابہ کرام خود سلامت فطرت سے سمجھ گئے ورنہ وہ
ضرور سوال کرتے اور یہ فہم کامل صرف مکلم کی برکت سے عطا ہوا تھا۔ سوا دل تو خوش فہمی سے انکو
شبہات ہی نہ ہوتے تھے اور اگر کچھ ہوتا بھی تو غایت ادب کے سبب ہمت سوال کی نہ ہوتی تھی
بلکہ اُن کی یہ خواہش رہتی تھی کہ اعراب آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھیں اور پھر وہ
خواہش بھی محالیت و احکام کے دریافت کیلئے تھی نہ کہ کلام کے دقیق مسائل اور اعتراضات
کے جواب کے لئے۔ اس باب میں ہماری طرح اُن کو خلیجان نہ ہونا تھا۔

(۲۲۴) فرمایا حضرت حاجی صاحب نے یہ تعویذ حضرت سید احمد صاحب سے نقل فرمایا
خداوند اگر منظور داری حاجتش را بر آری اُکسی نے اہل مجلس میں سے عرض کیا کہ حضرت یہ
کلام تو بہت خفیف تصرف سے منظوم بن سکتا ہے۔ اس طرح ۵

خداوند اگر منظور داری لفصلت حاجت ادرا بر آری
فرمایا ہم تو بزرگوں کے کلام میں تصرف کرنا بے ادبی سمجھتے ہیں تم شاعر ہو جو چاہو کرو۔
اور حضرت مولانا گنگوہی سے بھی ایک تعویذ منقول ہے۔ اے اللہ میں جانتا نہیں یہ ماننا
نہیں یہ تیرا غلام تو جانے اور تیرا کام +

(۲۲۵) فرمایا بعض صوفیہ کا قول مشہور ہے کہ جنان میں ایک ایسی جنت ہے جس میں خود میں
نہ تصور ہیں صرف اس میں رَبِّ اَدْنٰی رَبِّ اَدْنٰی ہے اور یہ قول صحیح نہیں اگر کشف ہے تب
بھی غلط ہے کیونکہ انصوف کے خلاف ہے وہاں تعجب نہیں جو اس قول سے لازم آتا ہے غالباً
منشا اس قول کا یہ اشتباہ ہوا ہے کہ جس طرح دنیا میں وصول کامل نہیں ہوتا وہاں بھی نہ ہوگا

اور اس کے لئے اشتیاق لازم ہے مگر اس شخص نے اس فرق کو نہیں سمجھا کہ دنیا میں تو جس درجہ کی استفادہ ہوتی ہے اس درجہ کا بھی وصول نہیں ہوتا اس لئے تعجب ہوتا ہے اور وہاں یہ نہ ہوگا بلکہ جس درجہ کی استفادہ ہوگی اسی درجہ کا وصول ہو کر سب زین اور تکیہ نہ رہے گی گو وصول تام نہ ہو (۲۲۶) احقر نے عرض کیا کہ جنت میں حق تعالیٰ کی عظمت سے خشیت تو نہ پیدا ہوگی۔ فرمایا خشیت کو لازم عظمت سے نہیں ورنہ خود حق تعالیٰ کو اپنی عظمت کا علم ایسا ہے جو کسی کو بھی نہیں حالانکہ وہاں خشیت نہیں (ما شاء اللہ کیسی عمدہ تنویر سے اس مسئلہ کو روشن فرمایا) اور اصل راز یہ ہے کہ خشیت میں احتمال ضرر لازم ہے اور جنت میں یہ احتمال نہ ہوگا

(۲۲۷) فرمایا جس شخص کا دماغ درست نہ ہو اس سے ہر یہ لینا درست نہیں کیونکہ مجنون کے تصرفات صحیح نہیں۔

(۲۲۸) فرمایا فرقہ اولیہ حضرت اولیس کی طرف منسوب ہے صرف اس تشبیہ سے کہ اس میں بالائے ذہن و تعلق جسمانی فیض روحانی ہوتا ہے نہ اس لحاظ سے کہ حضرت اولیس رضی اللہ عنہ کا مبدا ہیں (احقر نے عرض کیا کہ اس فیض کا احساس بھی ہوتا ہے) فرمایا ہاں ذوق سے قوت نسبت محسوس ہوتی ہے مگر کسب کو اس میں کچھ دخل نہیں۔

(۲۲۹) ایک دلاستی مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ضلع پشاور میں کا کا صاحب کی قبر کے گرد اگر دو ماں کے سجادہ نشین وغیرہ بغرض استفادہ وغیرہ بیٹھ جاتے ہیں۔ فرمایا یہ فیض مختص نہیں۔ اگر یہ کافی شے ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرد اگر دو لوگ بیٹھ جایا کرتے کسی اور سے کوئی کچھ فیض حاصل نہ کرتا۔ نہ ضرورت ہوتی۔

(۲۳۰) فرمایا ایک بزرگ نے دوسرے سے پوچھا کہ آج کل کس شغل میں ہو۔ اس نے کہا مقام توکل کی تصحیح کرتا ہوں۔ کہا اب تک پیٹ ہی کے دھندے میں لگے ہو۔ پہلے تو اسباب کے ذریعہ سے اس میں مشغول تھے۔ اب ترک اسباب سے پیٹ کے انتظام میں ہو عشق کا شغل کب کرے (۲۳۱) فرمایا نقشبندیہ رحمہ کے ہاں یہ تعلیم بھی ضروری ہے کہ شیخ ظاہری تحمل و وقار سے ہے

گو یا شاہی سامان میں رہے۔ نیت اس میں بھی بہتر ہے تاکہ مریدین کی نظر میں عظمت ہو اور اس عظمت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے۔ مگر چشتیہ رحمہ کے ہاں اس کا کچھ خیال نہیں بلکہ وہاں تو جلنا

اور مرنا ہی ہے۔ ان کے ہاں ظاہری شان کچھ نہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اصل وقار افادہ سے پیدا ہوتا ہے جب مستفیدین کو فائدہ ہوگا تو وقار خود بخود پیدا ہوگا اور اگر ان کو فائدہ ہی کچھ نہیں پہنچتا تو ظاہری وقار سے کیا ہوگا۔ چشتیہ کے ہاں بیسامانی ہی سے وقار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بعض اشیاء مؤثر بالکیفیت ہوتی ہیں اور بعض مؤثر بالخاصہ ہوتی ہیں۔ وقار ظاہری تو مؤثر بالکیفیت ہے اور ترک وقار مؤثر بالخاصہ ہے۔ بعض چشتیہ پرچہ کی قلندرانہ شان ہے (ان کی تعریف عنقریب آتی ہے) ایک شبہ یہ بھی وارد ہوا کہ تاسے کہ ان کے ہاں اعمال کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال دو قسم ہیں ایک ظاہری مثل تلاوت اور نوافل وغیرہ اور ایک باطنی مثل ذکر قلبی اور فکر اور انوار الہی کا استحضار وغیرہ تو یہ اعمال قلندروں میں بہت ہیں بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا کہ وہ عمل میں نہ ہوں۔ تو اس طرح کے اعمال ان کے یہاں بہت ہیں البتہ چشتیہ عموماً بدنام ہیں وہ بھی زیادہ تو صرف سماع کی بدولت۔ مگر ان کے طریق میں داخل نہیں جو اعتراض کیا جاوے۔ بعض نے غلبہ حال میں اور بعض نے بعض مصالح کے سبب خاص قیود کے ساتھ سنا ہے مگر اب تو دو کا انداز غلبہ بہت کرتے ہیں۔ ایک صاحبزادہ صاحب سماع نے گنگوہ میں اہل سماع مشائخ کی دعوت کی جب جمع ہو گئے تو ایک عجیب سوال کیا۔ حضرات مجھ کو سماع کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے۔ وہ یہ کہ کیا کسی اہل طریق نے کسی باطنی کیفیت کے حاصل کرنے کی غرض سے کسی مرید کو کبھی سماع کی تلقین بھی کی ہے جس طرح افکار و اشغال کی تلقین کرتے تھے۔ جواب ظاہر ہے کہ کبھی کسی نے کسی کیفیت محمودہ کے حاصل کرنے کیلئے یہ تجویز نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دخل طریق نہیں ہے اور اپنی ذات میں کوئی مفید طریق نہیں۔

(۲۳۲) فرمایا کلام غیری کی تعریف مشہور تو یہ ہے کہ اس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو۔ اس پر سخت اشکالات واقع ہوتے ہیں اسلئے مجھ کو تو یہ پسند ہے کہ وہ صدق یا کذب کسی ایک کے ساتھ بھی متصف ہو بخلاف انشاء کے کہ کلام انشائی کسی ایک کے ساتھ بھی متصف نہیں ہوتا۔

(۲۳۳) فرمایا سلف کی اصطلاح میں قلندر اس کو کہتے ہیں جس کے اعمال ظاہری کم ہوں اور ملا متنی اس کو کہتے ہیں جو اعمال کے انخفاؤ کی کوشش کرے۔

(۲۳۴) فرمایا حضرت شیخ احمد رفاعی حضرت غوث الاعظم رحمہ کے ہم عصر ہیں اور بہت بڑے درجہ کے شخص ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص حضرت غوث اعظم رحمہ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوا حضرت غوث اعظم نے فرمایا تیرے جیسے پرشقاوت معلوم ہوتی ہے اسلئے میں بیعت نہیں کرتا۔ غرض بیعت نہ کیا وہ شخص حضرت شیخ احمد رفاعی رحمہ کے پاس چلا گیا۔ اسکو دیکھتے ہی فوراً فرمایا کہ میرے بھائی نے تو رو کر دیا لاؤ میں اشقیاء کو مریا کروں گا۔ پس اس شخص کے حق میں دعا فرمائی تو اس کی شقاوت مبدل بسعادت ہو گئی۔ پھر وہ شخص حضرت غوث اعظم رحمہ کی خدمت میں آیا اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہی کا مرتبہ ہے کہ اشقیاء کو دعا کر کے سعدا بنا سکتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد رفاعی رحمہ کا ایک اور واقعہ بھی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارواح کو جمع کیا اور فرمایا جو چاہتے ہو مانگو سب نے کچھ کچھ مانگا حضرت شیخ احمد رحمہ نے فرمایا میں نے کہا

أُرِيدُ أَنْ لَا أُرِيدَ وَأَخْتَارُ
أَنْ لَا أَخْتَارَ

جس کا حاصل یہ تھا کہ میں کچھ نہیں چاہتا مگر اسکے کہ کچھ نہ چاہوں۔ پس فرماتے ہیں کہ تم کو وہ کچھ عنایت ہوا کہ

مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أذنٌ سَمِعَتْ
وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اس میں بظاہر حضرت غوث اعظم رحمہ بھی داخل ہیں گو تفاضل جزئی ہے۔
(۲۳۵) فرمایا سیوطی رحمہ نے ایک چھوٹے رسالہ میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت شیخ احمد رفاعی رحمہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور جاکر سلام کیا چونکہ آپ سید تھے اس لئے سلام

کا صیغہ یہ اختیار فرمایا

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا حَبِيبِي

جواب آیا

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ يَا وَلَدِي

اس پر بے ساختہ اُن سے دو شعر صادر ہوئے

فحالۃ البعد روحی کنت اسرسلھا
دوری کی حالت میں ہی روح کو بھیجا یا کرتا تھا کہ وہ
تقبل از مرص عنی وھی نا ثبیتی
میری طرف سے زمین بس ہوتی تھی۔ اب حاضری کی
فہذہ د ولۃ الا شباح قد حضر
وولکھنفر از مہاموں کو آکر اپنا داہنا ہاتھ میرا دیکھو
فامد دیمینک کی تخطی بھا شفتی
تاکہ میرے ہونٹوں کو اسکے بوسہ دینے کا شرف حاصل ہو

نور اقر شریف سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس سے تمام مسجد متور ہو گئی اور سب لوگ یہ ہوش
ہو گئے حضرت شیخؒ نے اس ہاتھ کو بوسہ دیا اسکے بعد یہ ہوش ہو گئے اور مسجد کے دروازہ پر آکر
لیٹ گئے اور سب لوگوں کو قسم دی کہ مجھ کو پاؤں میں روند کر جاویں یہ انہوں نے جاہ کا علاج کیا
(۲۳۶) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے ایک مسئلہ مناسبت جو بالکل صحیح ہے مگر کسی کتاب
میں جزئیات نہیں دیکھا کہ بقصد تبرک کسی کو اپنا کوئی لباس وغیرہ دینا حرام ہے کیونکہ اس میں اپنے آپ کو
مقدس سمجھنا ہے ہاں اگر کوئی تبرک کی غرض سے مانگے تو اسکو تطیب قلب کیلئے کچھ دینا اس خیال
سے کہ یہ اس کا گمان ہے معصیت نہیں۔

(۲۳۷) فرمایا مولانا احمد حسن صاحبؒ کانپوری حضرت حاجی صاحبؒ کے نہایت درجہ عاشق
تھے۔ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اُس نے مولوی صاحبؒ کو مکہ مکرمہ میں اس حالت میں دیکھا
کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا جو تا سر پر رکھے ہوئے تار زار در رہے ہیں اور حضرت حاجی صاحبؒ
اندر تھے اُن کو پتہ بھی نہ تھا۔

(۲۳۸) فرمایا مجھ کو کسی کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھانے سے بہت القباض ہوتا ہے
بالکل کھایا ہی نہیں جاتا۔ البتہ ساتھ کھانے میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔

(۲۳۹) فرمایا حضرت مولانا گیلوی رحمہ سے کسی نے دریافت کیا کہ تحنیک کا (یعنی بچہ کے
منہ میں کوئی چیز جب کہ ڈالنا جب بچہ پیدا ہوا) کیا حکم ہے۔ فرمایا کوئی دیندار عالم طبع سنت ہو تو
مسنون ہے ورنہ بدعتی کا تھوک چٹانے میں کیا فائدہ۔

(۲۴۰) فرمایا فقہاؤں نے تین موقعوں میں سلام منع کہا ہے (۱) جب کوئی طاعت میں مشغول
ہو اسکو سلام نہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح جب کوئی معصیت میں مشغول ہو اور میسر موقع
یہ کہ حاجت بشر یہ میں مشغول ہو۔

(۲۴۱) فرمایا: "اگر تمہاری منادوں کو سلام کرنے کے متعلق ایک تو طریق ہے۔ دوسرا علاج طریق تو یہ ہے کہ ان کو سلام نہ کرے اور علاج یہ ہے کہ اگر اپنے آپ کو ان سے اچھا خیال کرے تو سلام کرنا واجب ہے (بغرض علاج)"

(۲۴۲) فرمایا ایک درویش صاحب سماع مگر طریق سے واقف الہ آباد میں نے مجھے مسئلہ سماع کے متعلق سوال کیا۔ میں نے کہا یہ بتلائیں کہ اس طریق باطن کا حاصل کیا ہے انہوں نے کہا مجاہدہ یعنی خلاف نفس عمل کرنا۔ میں نے کہا کہ اب سچ سچ کہو کہ سماع کی طرف نفس راغب ہوتا ہے یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا بیشک۔ میں نے کہا طریق کی حقیقت ہے مجاہدہ یعنی خلاف نفس کرنا اور سماع کی طرف ہوتا ہے نفوس راغب ہیں۔ اب ان دو مقدموں کے بعد بتلاؤ کہ سماع سننا مجاہدہ ہے یا ترک سماع۔ اور یہ کہ مجاہدہ ہم میں یا تم۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت سچ میں آئی۔

(۲۴۳) فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف قصہ منسوب ہے کہ آپ سے کس نے جبر اور قدر کے

متعلق سوال کیا تو فرمایا

لَا جَبْرَ وَلَا قَدَرَ وَلَكِنْ أَلَا قَضَاءُ بَيْنَ بَيْنٍ
 کہ انسان بالکل مجبور ہے اور نہ بالکل بااختیار ہے بلکہ
 پھر فرمایا ایک قدم اپنا زمین سے اٹھاؤ (وہ شخص کھڑا تھا) چنانچہ اس نے ایک قدم اٹھالیا
 اسکے بعد فرمایا اب دوسرا اٹھاؤ اس نے کہا دوسرا تو نہیں اٹھ سکتا۔ فرمایا پس اتنا جبر ہے جو
 اتنا اختیار ہے جتنا اللہ کی جامعہ حل فرمادیا۔ مولانا روم نے اس مسئلہ کو فطری بنا دیا تو
 زاری باشد و لیسل اضطرار
 خجالت باشد و لیسل اختیار
 ہماری زاری اضطرار کی دلیل ہے
 اور شرمندگی اختیار کی دلیل ہے

اور یہ جبر و قدر تو عقیدہ کے درجہ میں تھا اور ایک جبر و اختیار عمل کے درجہ میں ہے اس کے متعلق یہ فیصلہ فرماتے ہیں۔

انسیا در کار دنیا جبر مند
 کافراں در کار عقبے جبر مند
 انسیا در کار عقبے اختیار
 کافراں در کار دنیا اختیار

(۲۴۴) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب نے میلان الی الاغنیہ کا جو علاج مشغولی الخرج

سے حدیث میں آیا ہے اور اس میں یہ منکر بطور لم کے ارشاد ہوا ہے کہ

إِنَّا لَذِي مَعَهَا مَعْلَلٌ لِّذِي مَعَهَا
عیاں وہاں ہے وہی یہاں ہے

اس کی عجیب شے فرمائی تھی۔ ان حضرات کے یہ علوم مدون نہ تھے۔ فرماتے تھے کہ اشیاء متناوہ کی تین

قسم ہیں۔ ایک یہ کہ ان سے صرف دفع حاجت مقصود ہے لذت مقصود نہیں۔ مثلاً باخانہ کرنا

دوسرے وہ ہیں کہ جن میں صرف لذت مقصود ہے۔ مثلاً پیاس نہ ہونے کی صورت میں نہایت

عمدہ خوشبودار شربت پینا جیسا کہ جنت میں ہوگا یہاں صرف لذت مقصود ہے۔ تیسرے وہ

جس میں دونوں سے ترکیب ہے یعنی لذت اور دفع حاجت دونوں مقصود ہیں اور اس کی پھر قدر

صورتیں ہیں ایک یہ کہ دفع حاجت غالب ہو جیسے طعام میں دفع حاجت غالب ہے گو لذت

بھی مقصود ہوتی ہے اسی واسطے دسترخوان کا عمدہ ہونا برتن صاف ہونا بھی مطلوب ہوتا ہے

مگر ضروری نہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ لذت غالب ہو جیسے جام کریم میں دفع حاجت بھی

ہے یعنی دفع فضائل منویہ وغیرہ مگر زیادہ مقصود اس میں لذت ہے تو مقصود صلی اللہ علیہ وسلم اس

حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ گوجام میں زیادہ تر نفیس گو لذت مقصود ہوتی ہے مگر تم دوسرے

مراقبہ کر لیا کرو کہ دفع حاجت مقصود ہے اور اسی میں راحت ہے اور جب مقصود دفع حاجت

تو اس میں اپنی اور بیگانہ دونوں عورتیں برابر ہیں۔ اور زانی کو چونکہ محض لذت مقصود ہوتی ہے

اس واسطے ساری دنیا کی عورتیں بھی اگر اسکو مشتہر ہو جائیں اور ایک باقی رہ جائے تو اس کو یہ

خیال رہے گا کہ شاید اس میں اور طرح کا مزہ ہو اسی واسطے ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے بخلاف

اس شخص کے جو دفع حاجت کو زیادہ مقصود سمجھے گا وہ بہت مطمئن رہے گا اور اپنے حق پر رہے گا

(۲۴۵) حضرت والاکے زانوں میں درد تھا فرمایا معالجہ کا وقت نہیں ملنا کام کو طبعاً معالجہ

سے منہم کرتا ہوں۔

(۲۴۶) فرمایا اہل قبور سے فائدہ ہوتا ہے کبھی مستفیض کے قصد سے اور کبھی بغیر اس کے

قصد کے جیسے آفتاب سے بلا قصد بھی فائدہ ہوتا ہے۔

(۲۴۷) فرمایا رمضان میں اکثر حوام مَرْدہ کے ایصال ثواب کیلئے کپڑے بنا کر دیتے ہیں

یہ بھی اُن کے قلب میں ایک قسم کی دین کی قدر و وقعت کی دلیل ہے۔

(۲۴۸) فرمایا روزہ میں طبعی فائدہ بھی ہے کہ فضلات کم پیدا ہوتے ہیں تو بیماری کم ہوتی ہے

(۲۴۹) فرمایا اختلاف مطالع کا اسلئے اعتبار نہیں کہ اس میں بڑی مشقت ہو کیونکہ ایک تو یہ

اختلاف شرقاً و غرباً ہوتا ہے جنوباً و شمالاً نہیں ہوتا دوسرے خاص فصل سے ہوتا ہے اب اس تحقیق کیلئے کہ رویت ہلال مثلاً جس بلد میں ہوئی وہ کس طرف ہے اور کتنے فاصلہ پر ہے جغرافیہ ہدایت کی ضرورت ہے اور اس میں عامہ کو حرج شدید ہونا ظاہر ہے اس سے بچانے کیلئے اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

(۲۵۰) فرمایا اکثر مشکلیں احکام کو علما کی طرف منسوب کر کے اُن پر اعتراض کرتے ہیں غیبت

ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کرتے ورنہ حضور پر اعتراض کیا کرتے پس اس امر میں علما و حضرات طلحہ و ثلج کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقایہ ہیں جیسے انہوں نے تلوار کا فہر میں لکھا تھوڑے لیں اور حضور کی سپر میں گئے۔

(۲۵۱) فرمایا عبادت میں جی لگنے کے درپے ہونا کتاب و سنت پر زیادت ہے۔ کیونکہ غیر

اختیاری ہے البتہ جی لگانا مامور بہ ہے پھر خواہ جی لگے یا نہ لگے۔

(۲۵۲) فرمایا اگر دل میں تکبر نہ ہو تو جی کو یہی لگتا ہے کہ مسلمان جنت میں ہی جاویگا اور

معاصی بہ نسبت کبر کے اقرب الی العفو ہیں۔

(۲۵۳) فرمایا جس بادشاہ کا قانون خلافت شریعت ہو وہ عادل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ عادل

حقیقی میں توافق شرع مشروط ہے اسلئے تارک شریعت کبھی عادل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ جو عدل تابع

شریعت کے نہیں وہ ظلم ہی ہے البتہ ظلم دو قسم پر ہے ایک ظلم آئینی دوسرا غیر آئینی۔ عام لوگ

تو ظلم آئینی کو عدل ہی کہتے ہیں۔

(۲۵۴) فرمایا حضرت حاجی صاحب رح نے ضیاء القلوب میں مراقبہ توحید سے منع فرمایا

کیونکہ اس مراقبہ سے یہ معرفت پیدا ہو جاتی ہے کہ سب تصرفات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس اگر یہ

معرفت حاصل ہو گئی اور قلب میں محبت نہ ہوئی تو ایسی صورت میں مثلاً اس شخص کا بیٹا مر گیا۔

مراقبہ توحید کا اثر تو یہ ہو گا کہ ماتمت کو حالاً و علبتہ فعل حق خیال کرے گا۔ اور محبت نہ ہونے کے

ان میں سے دو اور وہ نامور ہیں کہ ان کی صورت میں انبیاء علیہم السلام نے نبی مبعوث ہوئے۔

ان حالات دوسرے شخص کے کہ گواہ نسبت کا اس کو اعتقاد تو ہوگا مگر غلبہ استحضار کا نہ ہوگا اسلئے وہاں یہ محذور لازم نہ ہوگا۔

(۲۵۵) فرمایا سیر کی روایت میں ہے کہ کو مشنوی میں بھی نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ ایک منت خاک ہے آدم علیہ السلام کو بنایا جاوے گا جبرئیل علیہ السلام مٹی لینے گئے تو زمین روئی اور کہا کہ ہم عتاب میں آ جاؤ گے جبرئیل علیہ السلام نے رحم کھا کر اسکی چھوڑ دیا اسی طرح حضرت میکائیل اور اسرافیلؑ کو حکم فرمایا انہوں نے بھی اسی طرح حکم کی وجہ سے مٹی نہ اٹھائی۔ عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا تو مٹی روئی مگر انہوں نے فرمایا تیرا کہنا کروں یا حق تعالیٰ کا۔ مٹی اٹھالائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی آدم کی ارواح قبض کرنے کیلئے تمکو ہی مقرر کیا جائے گا انہوں نے عرض کیا یا اللہ لوگ تمکا مبعوض رکھیں گے فرمایا جن لوگوں کی نظر و سائل پر ہوگی وہ امراض وغیرہ کی طرف موت کو منسوب کریں گے اور تمہاری طرف کسی حال میں بھی نسبت نہ کریں گے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا

(۲۵۶) فرمایا الفصوص متعارفہ میں ایک کی ترجیح ذوق مجتہدین سے ہوئی ہے باقی قواعد کہ کتب اربعہ میں مذکور ہیں ان کا تو کہیں اس وقت نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر علما نے التعداد و تفسیر کے ان اصول کو مجتہدین ہی کی فروع سے نکالا ہے تاکہ ہر کسی کو اجنبان میں آزادی ہو کہ گوئیہ اصول ان میں یہ متفرع ہیں مسائل ان پر متفرع نہیں۔ نیز اس میں ضبط بھی پہلے ہے

(۲۵۷) فرمایا مولانا سید احمد صاحب رحمہ نے فرائض کے مخارج سبعہ کے یاد رکھنے کی سہولت کیلئے یہ عنوان تجویز فرمایا تھا دو اور دو کے دو ضعف یعنی ایک ضعف اور ایک ضعف الضعف اور تین اور تین کے تین ضعف یعنی ایک ضعف ایک اس کا ضعف ایک اسکا ضعف

(۲۵۸) فرمایا میں نے ان حضرات انبیاء علیہم السلام جن سے معراج میں حضور آسمانوں میں ملے ہیں کے اسم مبارکہ کی ترتیب یاد رکھنے کیلئے یہ جملہ مرتب حروف کا تجویز کیا تھا اعیان کھڑے ہر خ کے نام کا اول حرف لے لیا۔ الف سے آدم علیہ السلام کا نام اور عین سے عیسیٰ علیہ السلام کا جو آسمان تانی پر ملے اور چونکہ بحقی علیہ السلام جوالہ کے بھائی ہیں وہ بھی

ان کے ہمراہ تھے ہیں اسلئے جداگانہ حروف کی ضرورت نہیں ہوتی اس کے الف سے اور یس کا نام
 جی سے یوسف علیہ السلام کا نام باؤ سے ہارون علیہ السلام کا نام متیم سے مراد موسیٰ اور ابراہیم
 علیہ السلام جو سب اوپر ہیں اُن کو زبانِ یاد رکھ لیا جاوے۔ اور جگہ بھی مناسب مقام کے ہے یعنی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقت فرما کر سب کو عاجز کر دیا۔

(۲۵۹) فرمایا جو کچھ کسی فاسق کو دیکھ کر یہ خطرہ نہیں ہو کہ میں اس سے اچھا ہوں ہاں
 اس فاسق فعل کو تو برا سمجھتا ہوں مگر فاعل کو حقیر نہیں جانتا۔

(۲۶۰) فرمایا ایک شخص عبد الکرم شاہ نامی جو حضرت حاجی صاحب سے مرید تھے وہ ڈارہی
 منڈاتے تھے لیکن تھے صاحب درو۔ وہ اتفاقاً لنگوہ آئے تھے حضرت مولانا جی کی خدمت میں بھی
 حاضر ہوئے حضرت مولانا اُن سے نہیں ملے جس کا منشا بغیرت دین تھی۔ میں بھی لنگوہ گیا ہوا تھا۔
 میری خبر سنا انہوں نے مجھ کو ملاقات کے واسطے بلا بھیجا۔ میں نے کہا اگر تم تھکا نہ بھون میں ہونے تو
 میں خود ان کر ملتا مگر لنگوہ مولانا کی ولایت میں ہے یہاں کا خلافت نہیں ہو سکتا ہاں اگر تم یہاں
 آؤ تو مل لوں گا جس کا منشا مصلحت نالیف بنو قلع تھان۔ اور اس فرق کاراز یہ تھا کہ میرے وہاں جانے
 میں تو عوام کیلئے فتنہ تھا اور ان کا میرے پاس آنا موجب فتنہ نہ تھا پھر وہ میرے پاس آئے اور
 بفضلہ تعالیٰ قبروں پر پھول چڑھانے اور دارہی کٹانے سے توبہ کر کے گئے

(۲۶۱) فرمایا بیمار کیلئے بکرا ذبح کرنا اس میں فساد عقیدہ کا شبہ ہے کیونکہ مقصود اراقہ لہم
 ہوتا ہے جو کہ فدیہ ہے اور ایسے موقع پر یہ منقول نہیں ہے اسلئے بدعت ہے اور اگر صدقہ کی تاویل
 کی جاوے تو اتنا گوشت یا غلہ یا نقد دینے میں کیوں نہیں تسلی ہوتی۔

(۲۶۲) فرمایا مولوی شبیر احمد صاحب نے مولانا دیوبندی ج سے ایک مثال اس مسئلہ کے متعلق کہ
 بعض دفعہ نصوص کی بعض قیود مقصود نہیں ہوتیں یہ نقل کی کہ کسی نے ملازم سے کہا کہ گلاس میں پانی
 لاؤ یہاں سب کو معلوم ہے کہ گلاس کی قید مقصود نہیں ہے صرف پانی منگنا مقصود ہے اور یہ
 مخصوص ذوق کے متعلق ہے۔

(۲۶۳) فرمایا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب نے ایک دفعہ بہت عمدہ بات فرمائی
 کہ حدیث مَا آتَا عَلَیْکَ مِنْ شَیْءٍ فَخُذْ - وہ چیز جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں

میں عام ہے عقائد لباس و وضع قطع وغیرہ سب امور کو شامل ہے کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو سب امور میں حضرات صحابہ کرام کے طرز پر ہو۔

(۲۶۴) فرمایا

مَنْ كَتَبَتْهُ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جیسے تو مکتبہ تشبہ اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے

والی حدیث میں ایک دفعہ دوسرے کے بعض طلبہ کے متعلق سنا گیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ میں نے وعظ کہا کہ حدیث کی تو محمل تحقیق نہیں کہ سند کے لحاظ سے کیسی ہے مگر میں اسی مضمون کو آیت سے ثابت کروں گا وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

وَلَا تَزِرْ كُفْرًا مِنْ آلِهِ مَنْ ظَلَمُوا الآية اور ظالموں کی طرف نازل نہ ہو

اور اس کے ساتھ ایک قاعدہ عقلیہ ملا لیا جاوے کہ تشبہ بدو نہ رکون کے نہیں ہوتا۔ اولاً رکون ہونا ہے پھر تشبہ ہوتا ہے اور کون حرام ہے تو تشبہ بھی حرام ہے۔ اہل علم نے یہی پسند کیا۔

(۲۶۵) فرمایا گورکھپور میں اسی مضمون کو میں نے ایک خاص عنوان سے بیان کیا تھا اور وہ

یہ تھا کہ اگر تشبہ میں کچھ قبیح نہیں تو آپ ایک دفعہ اپنی بیگم صاحبہ کا زنا دلباس غرارہ انگلیا پیمک لگا ہوا دو پٹہ پہن کر مجلس میں تشریف لا کر بیٹھ جائیں پھر ہم اس مسئلہ میں اپنا عقیدہ تو یہی رکھیں گے جواب تک ہے مگر اسکے متعلق آپ سے خطاب کرنا چھوڑ دینگے آپ اس صورت میں مرد ہی تو رہیں گے جیسے آپ کہتے ہیں کہ کفار کا لباس پہن کر ہم مسلمان ہی تو رہتے ہیں

(۲۶۶) فرمایا اہل اللہ نے تو تشبہ بالصلحا کو ربا سے بھی قابل قدر سمجھا ہے چنانچہ شایہ عارف میں ہے کہ ایسا شخص بھی اسلئے قابل قدر ہے کیونکہ اُس کے قلب میں اہل اللہ کی عظمت تو ہے تب ہی تو اُن کی شکل اختیار کی۔

(۲۶۷) فرمایا علوم بلا واسطہ سے علوم بالواسطہ آسم و بے خطر ہیں مراد یہ ہے کہ کشف وغیرہ تو بلا واسطہ بھی ہوتا ہے اور اس میں غلطی ممکن ہے اور جو بلا واسطہ وحی ہیں ان میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔

(۲۶۸) فرمایا تصویر شیخ کو رابطہ اور شغل برزخ بھی کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور مولانا شبیر رح نے سختی سے منع کیا ہے۔ میں منع تو نہیں کرتا مگر مجھ کو اس سے

سخت القیاض ہے اس طرح انہماک کے ساتھ کسی مخلوق کی طرف توجہ کرنا توحید کے خلاف ہے اس سے غیر آتی ہے کہ غیر کی صورت ایسے طریق پر ذہن میں جاوے جو کفری تالی کیلئے زیبا تھا۔

(۲۶۹) فرمایا ایک صاحب مطیع میری ایک معمولی بات سے تو متعجب ہو گئے تھے حالانکہ وہ اس درجہ کی نہ تھی وہ یہ کہ میں کہیں جانے کیلئے سوار ہونے کو تھا ایک شخص نے دو روپیہ ہدیہ پیش کئے ہیں نے یہ عذر کر کے انکار کر دیا کہ بلا تعارف میں ہدیہ نہیں لیتا بس اس بات سے تو متعجب ہو گئے اور ایک خفیف ہی بات سے اعتقاد جاتا بھی رہا حالانکہ وہ بھی اس قابل نہ تھی اور وہ یہ کہ اپنے لڑکے کیلئے کسی جگہ رشتہ کی سفارش مجھ سے کرنا چاہتے تھے ان کو یہ خیال تھا کہ اس کے کہنے سے ہو جائیگا میں نے کہا میں ایسے قصوں میں نہیں پڑتا بس اس سے بگاڑ گئے مگر عجیب حالت تھی کہ ان کے گھر کے کل لوگ میری طرف تھے۔ انہوں نے جب فلاں کتاب طبع کی تو غالباً بیس جلدیں اپنے منیجر کے ہاتھ میرے پاس روانہ کیں جو بہت زیادہ قیمتی تھیں میں نے انکار کر دیا۔ وہ منیجر کہنے بھی لگے کہ لے بھی لیجئے ایک رقم ہی ہاتھ آتی ہے جو ان کے نزدیک بڑی چیز نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ ہے ہدیہ ہدیہ حدیث تھا دو اٹھا ہوا آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھے گی

ہدیہ کی غایت محبت بتلاتی ہے اور موجودہ حالت میں ہدیہ اپنی غایت سے خالی ہے اسلئے یہ قبول کرنا اچھا نہیں ہے۔

(۲۷۰) فرمایا حضرت مولانا شہید رح نے لکھنؤ میں شیعوں کی بادشاہی مجلس میں وعظ فرمایا بادشاہ نے ایک امیر کے ذریعہ سے جن کے گھر مولانا مہمان تھے اس کی درخواست کی تھی۔ وہ امیر مالتا تھا کہ مولانا شمسیر برہنہ ہیں خدا جانے کیا کیا فرما دیں۔ جب بادشاہ کی طرف سے زیادہ اصرار ہوا تو وعظ قرار پایا تو اس امیر نے عرض کیا ورض کا بیان نہ کیجئے۔ جب وعظ شروع ہوا تو مولانا نے یہی فرمایا کہ وعظ کی مثال طبیب کی سی ہے مرض کے موافق دوا بتلانا ہے۔ یہاں مرض ہے ورض کا اور فلاں صاحب اس کے متعلق بیان کرنے کو منع کرتے ہیں مگر میں بضرورت علاج کے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ پھر خوب رد کیا۔ ایک شیعہ مجتہد نے وعظ میں اعتراض کیا کہ حضرت معاویہ کے لشکر کی حضرت علی رض کے قہر میں گستاخ تھے۔ بخلاف حضرت علی رض کی جماعت کے۔ اس سے اندازہ کر لیا جاوے۔ فوراً فرمایا کہ پھر تو ہم حضرت علی رض کی جماعت کے مذہب پر ہوئے اور تم

حضرت معاویہ کی جماعت کے مذہب پر ہونے کیونکہ ہم کسی کے بارہ میں گستاخی نہیں کرتے اور
 ہم گستاخ بلوچہ دوسرا اعتراض کیا کہ تم حضرت عمرؓ کی تفصیل میں یہ ذکر کرتے ہو کہ انہوں نے بہت
 فتوحات کئے اس سے تو ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے

ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل
 اللہ تعالیٰ اس دین کی ایک فاجر شخص سے

مدد فرمائے گا

الفاجر

مولانا نے فوراً فرمایا مگر اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ جس دین کی حضرت عمرؓ نے امداد کی تھی دین
 حق تو وہی تھا اور الحمد للہ آج ہم اسی دین پر ہیں۔ اسی طرح ایک دفعہ خرگوش شکار کر کے لائے
 اور ایک گوشہ میں رکھ دیا۔ مجتہد بھی ملنے آئے تھے ایک کتا آیا اور خرگوش کو سونگھ کر چلا گیا۔
 مجتہد نے کہا مولانا آپ کے شکار کو کتا بھی نہیں کھانا۔ فوراً فرمایا کہ جی ہاں یہ کتوں کے کھانے کا
 نہیں بلکہ اس کو تو انسان کھایا کرتے ہیں

(۲۱۷) فرمایا ریل قرآن میں اس آیت کے تحت میں داخل ہو سکتی ہے

وَحَمَلْ أُنْثَىٰ كَالْمَالِ الْيَسْرِ لَتَكُونَنَّ
 اور تمہارے بوجھ پہنچاتے ہیں ایسی جگہوں میں جہاں
 بِالْغَيْبِ إِلَّا رَيْسُ الْإِنْفِيسِ
 تم بغیر مشقت کے نہ پہنچ سکتے

لیکن بوجھ اشتراک علت کے نہ کہ بوجھ ملول ہونے کے کیونکہ تحمل کا مراد جہاں ہے کہ انعام ہر لیکن
 علت میں اشتراک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انعام کے متعلق احسان میں فرمایا ہے فَحَمَلْ أُنْثَىٰ كَالْمَالِ
 ام یعنی وہ انعام ایسے بوجھ کو دوسرے شہروں کی طرف لیجاتے ہیں کہ تم ان کو نہیں لیجا سکتے تھے اور
 بوجھ سب سے زیادہ ریل پر جاتے ہیں اس واسطے یہ بھی ویسی ہی نعمت ہوئی۔

(۲۱۸) فرمایا عالمگیری خود اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک

شخص نے دیکھ کر کہا کہ یہ حرف خط لکھا گیا اس کو بنا دیا۔ مگر چونکہ وہ شخص خود غلطی پر تھا اس لئے اس کے
 جانے کے بعد ورق کو نکال دیا اور دوبارہ صحیح لکھا۔ کسی نے کہا کہ اس وقت غلط کیوں لکھ
 دیا تھا غرض فرمایا جاتا۔ فرمایا اس سے اس کا حوصلہ بہت ہو جاتا پھر آئندہ کہی وہ مشورہ
 نہ دیتا۔ پس میں اپنے مصلحین کی تعداد کم نہیں کرنا چاہتا۔

(۲۱۹) فرمایا رفعات عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیری صاحب باطن اور

صاحب نسبت تھے۔ واقعی امر ہے کہ کورے آدمی کے ذہن میں ایسے مضمون نہیں آ سکتے
 اخیر وقت عالمگیر نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا گو قرآن کی
 لکھائی کی اجرت بھی کچھ ہے اور علما نے اسکے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر ظاہر الفاظ یہ اشتراء
 بایات اللہ ہے اسلئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔

(۲۷۴) فرمایا عالمگیر کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا۔ عالمگیر نے ایک بار
 اس کو آواز دی اور کہا قلی۔ وہ فوراً الٹا بیکر حاضر ہوا۔ پادشاہ نے وضو کیا۔ اس وقت ایک
 شخص حاضر تھا۔ حیران ہوا کہ پادشاہ نے وضو کا پانی طلب نہ کیا تھا نہ یہ وقت وضو کرنے کا تھا
 تو نہ کہ کہاں سے سمجھ گیا کہ پادشاہ کو وضو کیلئے پانی کی ضرورت ہے۔ آخر اس نے محمد قلی سے دریافت
 کیا کہ تو کیسے سمجھا کہ اس وقت پادشاہ کو وضو کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا میرا نام محمد قلی ہے اور
 بادشاہ نے غایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدھے نام سے نہیں پکارا۔ ہمیشہ پورا نام لیا کرتے
 ہیں۔ آج جب محمد کے لفظ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ پادشاہ اس وقت بے وضو
 ہیں اس واسطے لفظ محمد کو ادب کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ سبحان اللہ! عالمگیر کا ادب اور
 ملازم کا فہم دونوں عظیم الذہن ہیں۔

(۲۷۵) فرمایا آج کل طبیعتوں میں اکثر شرافت نہیں رہی صرف شرافت باقی رہ گئی۔
 (۲۷۶) فرمایا ڈاکروں کو تغیرات میں باطنی حالات بہت کم ہوتے ہیں اکثر تو طبیعت کی
 خرابی ہوتی ہے اسلئے طبیب سے بھی مشورہ کرنا چاہئے۔

(۲۷۷) فرمایا بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجلس شہنشاہ میں ذکر بھی نہ کرے نہ لسانی
 نہ قلبی۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب میں خطوط کے جواب لکھنے میں مشغول ہوں اس وقت ذکر کر رہی
 رہیں۔ اور جب میں بات کروں تو پھر ذکر چھوڑ کر بات کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔

(۲۷۸) فرمایا کبھی سالک پر ایسی حالت ہوتی ہے کہ یاد سے بھی پریشانی ہوتا ہے جس کے
 حاصل سبب ہوتے ہیں۔ اور ترک یاد سے بھی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس شعر میں

دو گو نہ رنج و غدا بامت جان مجنوں سا

بلائے فرقت لیلیٰ و وصال لیلیٰ

(۲۷۹) میں بھی اپنے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ کی خدمت میں کبھی اشعار لکھ دیتا تھا مگر اضطراب اور اب لوگ لکھتے ہیں تو میں منع کرتا ہوں۔ مجھ میں اور ان میں ایک فرق ہے۔ میں تو مضطرب تھا اور یہ لوگ تکلف سے لکھتے ہیں۔
(۲۸۰) فرمایا ذکاؤس سے مجھ کو مفید شے کا فائدہ فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور مرضی کے خلاف بھی فوراً معلوم ہوتا ہے۔

(۲۹۱) فرمایا میں جو بعض لوگوں کو خانقاہ سے نکال دیتا ہوں اس کی اصل وجہ حدیث ہے تغریب عام والی۔

(۲۸۲) فرمایا گھر میں بعض عورتیں اصلاح کیلئے آتی ہیں ان کی کیا اصلاح ہو سکتی ہے خود تو ان کا حال معلوم نہیں ہوتا کوئی پوچھے تو جواب مل جاتا ہے اور ممکن ہے کہ اصلاحی سوال نہ کریں۔
(۲۸۳) فرمایا بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہئے کیونکہ اس میں جس طرح اور قوی کمزور ہیں ایسا ہی شہوت کی مقاومت بھی کمزور ہے۔ اور تقاضا اور میلان اسکو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ اسکو عروج و شہوت کا احساس کم ہوتا ہے اس واسطے وہ اس کو شہوت کا تقاضا سمجھتا ہی نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کو تجربہ کی وجہ سے دقائق حسن کا ادراک بہت ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی خیال سے یہ مادہ متحرک ہو جاتا ہے۔ چوتھا یہ کہ جو ان کو فراغت کے بعد سرد ہو جاتا ہے اور بوڑھے کو چونکہ فراغت ہوتی نہیں اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے جس کو سورج سورج کر مڑے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔

(۲۸۴) فرمایا ایک مولوی صاحب نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب رحمہ تفریض و ترک دعا کو دعا پر ترجیح دیتے ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ احادیث سے دعا کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ہمارے اکابر کا بھی یہی معمول تھا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ کا مذاق اس کے خلاف ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ ان پر کیفیت کا غلبہ تھا۔ پھر اس پر شبہ کیا گیا کہ تفریض کیسے دعا کیسے جمع ہوگی۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ دعا کے وقت تو مضمون دعا کا جزم رکھے مگر ساتھ ہی پورا یہ بھی عزم رکھے کہ جو دعائیں کر رہا ہوں اس کے خلاف بھی اگر واقع ہو انہیں اس پر بھی راضی ہوں گا۔

(۲۸۵) فرمایا حافظہ فرماتے ہیں ۵

گناہ گرچہ نبود اختیارا حافظہ
تو در طریق ادب کوش کیں گناہ من بہت

اس شعر کا مضمون بظاہر مشکل ہے اور حل یہ ہے کہ گناہ اور طاعت دونوں کے اندر دو نسبتیں ہیں۔ ایک نسبت خلق۔ دوسری نسبت کسب۔ پس نسبت خلق تو خالق کی طرف ہے اور نسبت کسب عباد کی طرف ہے۔ پس حافظہ فرماتے ہیں کہ معصیت میں تو نسبت کسب کا استحضار رکھو۔ اور طاعت میں نسبت خلق کا استحضار رکھو۔ کیونکہ مبتدی کو یہی مفید ہے اگرچہ ہر جگہ نسبتیں دونوں ہوتی ہیں۔

(۲۸۶) فرمایا میں نے ایک زمانہ میں کہ وہاں شائع تھی خواب میں دیکھا تھا کہ اَنَا زَلْنَا
غالباً پانی پر دم کر کے پلانا مفید ہے مگر میں فاتحہ اور آیات شفا کو بھی ساتھ ملا لیتا ہوں۔

(۲۸۷) فرمایا مولانا رومؒ کے شعر کے ۵

گر نبودے نالہ نے را خمر
نے جہاں را پیر نہ کرے از شکر

اس میں حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے نالہ نے سے مراد مشائخ کے ملفوظات اور شکر سے مراد حقائق و معارف۔

(۲۸۸) فرمایا اپنے کمالات کا معتقد ہونے میں تو واضح کا خلاف نہیں بشرطیکہ کمالات کو معتقد ہونے کے وقت یہ احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے ساتھ ہی مجھ میں کوئی ایسا نقصان اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو جسکی وجہ سے سب کمالات مردود ہو جائیں۔ اسی طرح جس شخص میں بہت سے نقائص دیکھ رہا ہوں اس میں ممکن ہے کوئی ایسی خوبی اللہ تعالیٰ کو پسند ہو جو سب نقائص پر غالب آ جاوے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ کسی مرد کی دو عورتیں ہوں۔ ایک ذرا برصیلا ہے مگر وہ اپنے آپ کو زیور اور کپڑوں اور تیل مستی وغیرہ سے خوب آراستہ رکھے اور اسی مرد کی دوسری بیوی جوان ہو جو سادی اور میلیہ کپڑوں میں رہتی ہو مگر مرد کو وہ جوان ہی پسند ہوگی اور برصیلا سے وہ تعلق نہ ہوگا کیونکہ اس میں ایک عیب ہے شیش کا جس نے سب ظاہری کمالات کو مٹا دیا

اور جوان عورت کے پاس ایک کمال ہے شباب کا اس نے اس کے سب نقائص کو مٹا دیا
 سو جب کی نظر شدید اور شباب پر ہوگی وہ دوسرے کمالات اور نقائص کو نظر انداز کر دے گا پس
 احتمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے کمالات کا اعتقاد خلاف تواضع نہیں۔ اور تواضع کیلئے یہ
 ضروری نہیں کہ انسان اپنے کمالات کا معتقد نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص عالم ہے تو وہ اپنے آپ کو
 جاہل کیسے خیال کرے یہ تو خلاف واقع کا اعتقاد ہے انسان اس کا مکلف نہیں۔ پس
 اپنے کمالات کا معتقد ہونا تو جائز مگر اپنی فضیلت کا معتقد ہونا جائز نہیں اور اگر اپنے آپ میں
 کوئی عیب معلوم نہ ہو جس کا استحضار کرے تو اتنا احتمال کافی ہے کہ ممکن ہے کہ میرے اندر کوئی
 عیب ہو جو مجھ کو معلوم نہیں۔ اسی طرح جب دوسرے میں عیوب ہی عیوب نظر میں آویں تو یہ احتمال
 رکھے کہ ممکن ہے اُس میں کوئی ایسی نیکی ہو جو مجھ کو معلوم نہ ہو پس تواضع کیلئے اتنا کافی ہے۔ غرض
 اپنے کمالات کا معتقد ہو تو حرج نہیں اپنی فضیلت کا معتقد نہ بنے۔

(۲۸۹) ایک شخص نے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا مقاصد دو قسم میں ایک غیر اختیار
 جیسا بارش۔ وہاں صرف دعا ہی کافی ہے اور ایک اختیاری جیسے زراعت۔ تجارت وغیرہ۔
 یہاں دعا کا اثر یہ ہے کہ اُس کی تدبیر میں برکت ہو جاتی ہے اسلئے تدبیر بھی کرنا چاہئے۔

(۲۹۰) ایک لڑکے نے تعویذ کی درخواست کی تو تعویذ لکھ کر فرمایا اے لڑکے تعویذ
 لے خواہ صلح سے خواہ لڑکے (کاتب المصروف عرض کرتا ہے اس میں صنعت جھنسیں کی طرف اشارہ ہے)

(۲۹۱) فرمایا علماء کی فضیلت مکتسب نہیں من جانب اللہ ہے کسی کے مٹائے نہیں
 مٹ سکتی جیسا بعض بدوین اس کی کوشش کرتے ہیں۔

(۲۹۲) فرمایا حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مختلف شیون تھی اسی لئے آپ حکام
 مختلف ابواب میں چنانچہ ایک شان مشورہ کی بھی تھی حدیث

الواحد شیطان والاثنان

شیطانان والثلاثة (کلی وجماعة)

یہ بھی مشورہ کی شان سے ناشی ہے۔ اس طرح ہر یہ منسوخ نہ ہو گا

(۲۹۳) فرمایا جب بھی تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق ہو جاتا ہے تو اس کی طرف نصرت

ضرور ہوتی ہے۔ اور نصرت کا وہ معنی نہیں جو بندہ سمجھے بلکہ نصرت کبھی لشکرِ راحت ہوتی ہے کبھی لشکرِ مرض جیسے طبیب کا کام نصرت کرنا ہے مگر کبھی مہمل سے اور کبھی مفرحات سے کبھی اپریشن سے۔ یہ سب نصرت ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں دل مشغوش نہیں ہوتا اس میں سکون و رضا کی نشان ہوتی ہے اور اس کا احساس بھی اس کو ہوتا ہے۔

(۲۹۴) فرمایا ایک موقع پر ایک تحصیلدار صاحب جو ایک تقریب میں علماء و پیرا غراض کر رہے تھے ہمارے خاندانی بزرگوں کے وہاں تھے اور مجھ سے تعارف نہ رکھتے تھے۔ کہنے لگے مولویوں نے قوم کو تباہ کر دیا ہے۔ تعلیم انگریزی سے روکتے ہیں۔ میں بھی ایک کنارے پر بیٹھا سُن رہا تھا۔ میری عمر پانچوین کی تھی۔ بہت دیر تک خاموش رہا جب وہ بہت زیادتی کرنے لگے تب میں نے کہا جناب یہ مسئلہ تو دوسرا ہے کہ یہ تعلیم جائز ہے یا نہیں۔ اس وقت صرف یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ انگریزی نہ پڑھنا جسکو آپ مولویوں پر لگا ہے ہیں آیا مولویوں کی طرف اس کا منسوب کرنا طوطے یا صحیح۔ سو حقیقت یہ ہے کہ اس کی ذمہ دار خود قوم ہے کیونکہ قوم کے نکاح اس سے یہ دوسری قوموں سے تعلیم میں پیچھے رہ گئی ہیں۔ یہ مولویوں کا اثر نہیں ورنہ مولوی تو یہ بھی کہتے ہیں انگریزی نہ پڑھو عربی پڑھو۔ انگریزی کا ترک مولویوں کے کہنے سے کرتے تو عربی بھی ضرور پڑھتے اب بتلاؤ عربی کتنے لوگ پڑھتے ہیں۔ بس دنیا بھر میں جو نقص واقع ہوا اسکے ذمہ دار عربی ہی بنائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی ہمارے میں ایک بھٹیاری روٹیاں پکاتی پکاتی آٹا یا روٹیاں چور لیا کرتی تھی۔ ایک پولیس کا شخص آیا اس نے آٹا پکانے کو دیا اور خوب ہتھیاری سے دیکھتا رہا کہ وہ روٹیاں یا آٹا نہ چور اسکے۔ بھٹیاری کو خیال رہا کہ داؤ نہیں لگنے پایا۔ آخر جو روٹیاں کھانے بیٹھا تو بھٹیاری اپنے لڑکے کو کہا کہ تو بھی میاں کے ساتھ بیٹھ جا۔ چنانچہ لڑکا بھی سپاہی کے ہمراہ کھانے لگا۔ اس نے مروت کی وجہ سے نہ روکا مگر اسکو احساس ہو گیا کہ اس نے جلالی کی ہے۔ اسی اثنا میں بھٹیاری کی سیج خارج ہو گئی بہت شرمسار ہوئی مگر اس شبہ کو دفع کرنے کیلئے کہ مجھے رنج کا صدور ہوا ہے، اس نے لڑکے کے سر پر ایک چپت رسید کیا اور کہا دور موئے یہ کیا کر رہا ہے مگر وہ پولیس کا آدمی سمجھ گیا اس نے قصداً رنج خارج کر کے فوراً لڑکے کو ایک چپت لگایا اور کہا سسرے کر گیا کوئی مگر پٹے کا تو ہی۔ پس یہی حال قوم کا ہے جب

کوئی کام بگڑنا ہے فوراً طعن اور ملامت کی زبان مولویوں پر دراز کی جاتی ہے

(۲۹۵) ایک صاحب علم نے خط میں لکھا کہ اس وقت میں آپ کو قطب الارشاد سمجھتا ہوں۔ اگر میرا یہ عقیدہ غلط ہے تو ظاہر فرمادیا جاوے اور اسکے ساتھ ہی قطب الارشاد کے علامات بھی فرمادے جاویں۔ فرمایا قطب الارشاد کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے قطب الارشاد ہونے کو بھی جانتے۔ رہیں علامات سو وہ بھی ظنی ہوتے ہیں۔ اور اس جواب میں نہ تو میں تو اضع کرتا ہوں اور نہ تکبر۔ اگر حق تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عنایت فرمادے تو انکار کیوں کرے۔ کاتب الحروف کہتا ہے کہ اگر خود حضور کو اپنے قطب الارشاد نہ ہونے کا علم ہوتا تو فوراً ظاہر فرمادیتے کہ میں قطب الارشاد نہیں ہوں جیسا کہ اسی سائل کے ایک دوسرے خط کے جواب میں جبکہ انہوں نے آپ کے صاحب کشف ہونے کے متعلق لکھا تھا تو حلف سے فرمایا تھا کہ میں صاحب کشف نہیں تو یہ احتمالاً آپ کے قطب الارشاد ہونے کی دلیل ہے

(۲۹۶) فرمایا مشورع کیلئے عمل کی ابتدا میں توجہ کافی ہے ہر ہر لفظ پر ضرور نہیں مثلاً قرآن شریف کی تلاوت سے پہلے یہ خیال کرے کہ محض اللہ تعالیٰ کیلئے تلاوت کرتا ہوں یہ کافی ہے ہر حرف پر ایسی توجہ ضروری نہیں کیونکہ یہ تکلیف والا لیاق ہے۔ مگر اس میں یہ قید بھی ہے کہ جب تک اس کی مضاد توجہ متحقق نہ ہو اس وقت تک اسی پہلی توجہ کو حکماً باقی سمجھا جائے گا جیسا انسان چلنے سے پہلے یہ ارادہ دل میں کر لے کہ جامع مسجد کی طرف چلتا ہوں بس اتنا کافی ہے ہر قدم یہ ارادہ ضروری نہیں رہنے چلنا ہی دشوار ہو جائے گا۔ ہاں اگر کسی دوسری طرف ایسی توجہ جو اس پہلی توجہ کی مضاد ہو پائی جاوے تو پھر پہلی توجہ معدوم ہو جائیگی۔

(۲۹۷) فرمایا حدیث میں کچھ اطلاقات عوام کے محاورہ کے مطابق بھی ہیں الف حرف و لام حروف و میم حروف۔ کیونکہ عوام کلمہ کو بھی حرف ہی کہہ دیتے ہیں اسلئے ہر جگہ درسی اصطلاحات جاری نہ کرنا چاہئے جس پر شبہ ہو کہ الف تو مثلاً اسم ہے حرف نہیں ہے البتہ سبھی اس کا بیشک حرف مگر وہ حدیث میں مراد نہیں کیونکہ مقطعات میں وہ تو نہیں پڑھا جاتا۔

(۲۹۸) کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپ کی صورت کا تصور کروں تو نماز میں جی لگتا ہے فرمایا جائز ہے۔ دو شرط سے ایک یہ کہ اعتقاد میں مجھے حاضر ناظر نہ سمجھے۔ دوسری شرط یہ کہ اس

کسی کو اطلاع نہ دے یہ تصور خطرات کے علاج کے درجہ میں ہے کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ ہو
 کا ایک ذریعہ ہے اس سے توجہ اور یکسوئی الی اللہ ہوگی۔ پس مقصود کا مقصد یہ ہے جو مقصود نہیں
 (۲۹۹) فرمایا صوفیہ کی اصطلاح کچھ تو خاص ہیں اور کچھ دوسری اصطلاحات و اطلاقات
 سے جتنی کہ کچھ عوام کے محاورات سے لی ہوئی ہیں مثلاً یہ کہ مخلوق کو عین حق کہتے ہیں یہ خد
 اصطلاح پر ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ تعلق خاص احتیاج و تابعیت کا ہے۔ پس یہی مراد ہر
 صوفیہ کے اس قول کی اور صوفیہ کے قول کی اس توجہ پر ایک قرینہ موجود ہے کیونکہ وہ واجب
 کو خلق سے میاں بھی کہتے ہیں تو عین سے مراد معنی متعارف نہ ہونگے اور اسی طرح متکلمین بھی
 دوسرے محاورات کا استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً صفات واجب کو لا عین و لا غیر کہتے
 ہیں۔ یہاں غیر کا معنی بے تعلق اور منفصل کے ہیں جیسا کہ آفتاب کی شعاع آفتاب کا غیر نہیں یعنی
 منفصل اور بے تعلق نہیں اور حکماء صفات واجب کو عین اصطلاح معقولین کہتے ہیں۔ متکلمین نے سید
 کا رد کیا کہ یہ درحقیقت صفات کی نفی ہے۔ اور قرآن کریم سے حسب معنی لغوی کہ وہ حقیقی
 معنی میں معلوم ہوتا ہے کہ صفات باری تعالیٰ اس کی ذات پر زائد ہیں جیسے علیم و قدریم معنی ہوتے
 بالعلم و بالقدرة نہ کہ خود علم و قدرت اور متکلمین پر حکماء کی طرف سے ایک سخت اعتراض بھی ہے
 اور وہ اعتراض یہ ہے کہ صفات حق جب عین نہیں ہے تو مغائر ہوگی پس واجب اپنے کمال میں
 غیر کا محتاج ہوا۔ اس کا جواب تافضی ثنا واللہ صاحب یاقینی نے بہت عمدہ دیا ہے کہ احتیاج
 واجب کی ہر مغائر کی طرف ممنوع نہیں ہے بلکہ مغائر منفصل کی طرف ممنوع ہے اور صفات باری
 مغائر تو ضرور ہیں مگر مغائر منفصل نہیں ہیں بلکہ متصل ہیں۔ اور اہم میرے نزدیک یہ ہے کہ صفات کے
 مسئلہ میں بلا ضرورت کلام نہ کی جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ان میں کلام نہیں فرمایا
 اور اگر یہ مسئلہ محل کلام نہ ہوتا تو ضرور اس پر کلام کرتے۔

(۳۰۰) حضرت ابوالحسن جو علم کلام کے امام تھے ان کی ملاقات کے واسطے ایک شخص آیا
 اور ان ہی سے ان کا پتہ پوچھا وہ اس وقت خلیفہ کے بلائے ہوئے ایک مجمع علماء میں جا رہے تھے
 وہاں مختلف مذاہب کے لوگوں نے بعض مسائل کلامیہ میں اپنا اپنا کلام کیا انہوں نے اخیر میں ایک مبسوط
 تقریر فرمائی جس سے سابق مقررین پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ اس شخص کو معلوم ہوا کہ

یہ اب احسن ہیں اس نے کہا واقعی جیسا سنا تھا ویسی ہی پایا۔ اس شخص نے امام سے کہا کہ آپ نے پہلا ایسی تقریر نہ کر دی جسکے بعد کوئی تقریر ہی نہ کر سکتا۔ فرمایا ایسے مسائل میں بلا ضرورت کلام بدعت ہے جب مبتدع لوگوں نے تقریر کی تو ان کے رد کی ضرورت پیدا ہو گئی اسلئے اس ضرورت سے پہلے تقریر نہیں کی۔

(۳۰۱) فرمایا صوفیہ پر مشاہدہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات اغنیاء کی رعایت اس واسطے کرتے ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کے وصف غناء کے مظہر ہیں گویا کہ ان کو ہر شے میں محبوب کی مثال معلوم ہوتی ہے۔

(۳۰۲) فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ
الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ
الْاٰیۃِ جَانِبِ الْاٰیۃِ

میں نعلم ہو جو اعتراض ہے کہ اس میں حدوث علم لازم آتا ہے اسلئے کہ جعل قبلہ حادث ہے اور علم جو اس پر مرتب ہو ظاہر ہے کہ وہ بھی حادث ہی ہو گا بعض معقولین نے اس اعتراض کا ایک جواب دیا جو بالکل غلط ہے وہ یہ کہ مراد علم تفصیلی ہے وہ حادث ہے اور صفات میں وہ نہیں اور یہ غلط اس واسطے ہے کہ یہ ایک اصطلاحی لفظ بمعنی معلومات ہے نہ کہ لغوی بمعنی مصدر جس سے اشتقاق ہوتا ہے پس لِنَعْلَمَ میں بمعنی علم تفصیلی لینے سے ایک اشتقاق نعلم درست نہیں دوسرے الی تکلف اشتقاق کا دعویٰ کیا جاوے تو معنی یہ ہونگے کہ ہم نے تبدیل قبلہ اسلئے کیا تاکہ ہم ممکنات کے عین ہو جاویں کیونکہ تفصیلی معلومات ممکنہ کا عین ہوتا ہے اور بہترین جواب اس اعتراض کا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے دیا ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ کا علم واقع کے مطابق ہوتا ہے اور یہ مقدمہ ظاہر ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ واقعات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ماضی مستقبل اور حال۔ پس اللہ تعالیٰ جملہ واقعات کو مع ان کے زمانہ کے جانتے ہیں یعنی حق تعالیٰ جملہ شیاؤں کو کشف تام سے جانتے ہیں مع ان کے قیود و افعیہ کے مثلاً جو چیزیں ماضی میں واقع ہیں ان کو اسی طرح جانتے ہیں کہ قَدْ وَقَعَ اور مستقبل میں ہیں ان کو اس طرح جانتے ہیں کہ سَيَقَعُ اور جب وہ ہو جائے تو پھر اس کو قَدْ وَقَعَ کی قیہ سے جانتے ہیں اور یہ تغیر معلوم میں ہے عالم میں نہیں پس تجزئہ قبلہ کے وقوع سے پہلے تو اس

طرح جانتے تھے کہ فلاں فلاں اشخاص سلام پر رہیں گے اور فلاں فلاں مرتد ہو جائیں گے جب تجویز قبلہ ہوئی
تو بصورت ماضی جان لیا باقی انکشاف دونوں حالتوں میں تام اور کامل ہے اور یہی مراد معلوم ہوتی ہے
مفسرین کے اس قول کی لَعَلَّ عَلِمَ ظہور

(۳۳۰) آخرتِ عرض کیا کہ کیا قطب تکون کیلئے ضروری ہے کہ اسکو اپنے قطب ہونیکا علم ہو کہ وہ
وہ ایک عہدہ ہے۔ فرمایا ہا جیسا حسن ہمدی جو سلطان کا وزیر تھا اسکو تو اپنے وزیر ہونیکا علم تھا مگر
ایاز کو اپنے محبوب ہونے کا علم ضروری نہیں کیونکہ محبوبیت کوئی عہدہ نہیں ایک قسم ہے قرب کی پس
قطب الارشاد کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے قطب ہونے کو جان بھی لے۔

(۳۳۱) فرمایا ایک وقت میں قطب متعہ دی ہو سکتے ہیں شیخ ابن عربی رحمہ نے تو یہاں تک
لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کفار ہی کی ہو قطب ہوتا ہے۔ اس کلام کے دو مطلب ہو سکتے ہیں
ایک تو یہ کہ وہ وہاں ہی کے باشندوں میں ہو اور باطن میں مسلمان ہو مگر کسی خاص حالت کی وجہ
سے اخفا کرے اور یہ بعید ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اس جگہ مقیم نہ ہو لیکن وہ بستی اس کے نصرت میں
ہو جیسا تھانیاں اگر کہ اس کا تعلق دیہات سے بھی ہوتا ہے۔ اور وہ خاص حالت موجب اخفا
ذرا دقیق ہے اندر وہ بھی شیخ ابن عربی رحمہ ہی کے کلام سے مفہوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ممکن ہے
کہ اس میں عقل نہ ہو جس کی وجہ سے کہ وہ مکلف ہو مگر صحیح الحواس ہو جیسے حیوانات اور صبیان
کے جو اس درست ہوتے ہیں مگر اس کی ایک خاص علامت ہے اسلئے ہر کافر کو قطب نہ سمجھے
اور وہ علامت یہ ہے کہ اس زمانہ کے اہل باطن کا اس کے ساتھ معاملہ دیکھا جاوے مگر وہ
اس کا ادب کرتے ہوں تو ادب کرے اور اُسکے بارے میں گفت آسان کرے ورنہ ہر کافر کا معتقد نہ ہو کیونکہ
اس طرح تو بہاد وغیرہ سب بندہ جائیگا۔

(۳۳۲) فرمایا اَبْعُوا اسوداً الاعظم یعنی جس طرف کثرت ہو اس کا اتباع کرو۔
میں اگر کثرت عدوی ہی مراد ہو تو اسوداً اعظم مراد نیر الفروغ زمانہ کا اسوداً اعظم کی اس اہل غیر عالم اندکثر تھے۔
(۳۳۳) فرمایا حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ سماع مبتدی کیلئے مضر ہے اور ترقی کو اسکی حاجت نہیں
اور اس ضرر کو شخص جو سماع میں مبتلا ہو جو سمجھ گیا کہ اسکو تو اس امر کا مشاہدہ ہے کہ سماع میں کچھ نہ ہے
(۳۳۴) فرمایا میں نے اہل بدعت کے سامنے کانپور میں غیر مقلد کی ایک نشانی بیان کی تھی

اس سے وہ بدعتی غیر مقلد ثابت ہو گئے۔ وہ یہ کہ غیر مقلد مسائل میں ہمیشہ قرآن و حدیث سے
 تسک کر لیا اور فقہ سے کبھی مسئلہ نہ لیگا بخلاف ہمارے حضرات احناف کے گولوگ انکو غیر مقلد کہتے
 مگر وہ ہر مسئلہ میں فقہ سے تسک کرتے ہیں۔ اور یہ تشریف بدعتیوں پر اسلئے صادق آگئی کہ انکی
 بدعت کا کاتب مذہب میں تو بیہ نہیں لامحالہ وہ آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں گو استدلال غلط
 (۳۰۸) فرمایا حاجی محمد اعلیٰ انہرٹوی مکہ شریف سے واپس آئے تو کہا کہ حضرت حاجی صاحب
 نے مجھ کو سماع کی اجازت دیدی ہے۔ حضرت مولانا لنگوہی مدظلہ تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت
 بڑا جمع تھا۔ مولانا رحم سے اس کا ذکر کیا گیا۔ فرمایا محمد اعلیٰ غلط کہتا ہے اور اگر یہ صحیح کہتا ہے تو حاجی صاحب
 غلط کہتے ہیں حضرت حاجی صاحب مغنی نہیں ہیں یہ مسائل حضرت حاجی صاحب کو تھے پوچھنے چاہئیں
 واقعی اس کلام سے کہ جو حضرت مولانا رحم نے اس زور سے فرمایا ہر مقصود جاہلوں کو گمراہی سے بچانا تھا
 (۳۰۹) فرمایا لفظ زندیق اور استاد فارسی سے عرب ہیں ان کی اصل زند اور ازستان
 مجوسیوں کی دوکتا میں ہیں پھر استاد کا استاذ بنایا گیا۔

(۳۱۰) فرمایا انسان وہ مراقبہ کرے جو میں نے کل بیان کیا تھا یہ بہت ہی مفید ہے اور
 واقعہ یہی ہے کہ انسان ہے کیا جو اپنا معتقد بنے۔ اپنی نماز کو دیکھ لے کیا یہ نماز اس لائق ہے کہ
 خدا تعالیٰ کے سامنے اسکو پیش کر سکے اسی طرح ہر عبادت میں یہ مراقبہ کرے۔ اسی طرح علم کو
 بھی دیکھ لے پس تو پھر کس چیز کا معتقد ہو جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے معتقد ہوں وہ اوطا
 خود اپنے معتقد ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انسان جب اپنے اند کوئی چیز قابل اعتقاد نہیں دیکھے گا تو اپنے
 معتقد ہی نہیں ہو سکتا اور جب اپنا معتقد نہ ہو گا تو یہ کوشش بھی نہ کرے گا کہ لوگ میرے معتقد
 ہوں بلکہ اگر کوئی معتقد بھی ہو تو اسکو ہی کہے گا کہ یہ شخص غلطی میں مبتلا ہے

(۳۱۱) فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَتِمُّوْا صَلٰتَكُمْ وَارْزُقُوْا كَلٰلَتَكُمْ

کہ یہ معنی فرماتے تھے کہ یہ ہماری موجودہ نیکیاں ہیں جو دربار خداوندی کے اعتبار سے معاصی
 اور سیئات ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے قبول فرما کہ حسنات میں داخل فرمائینگے۔

(۳۱۲) فرمایا مختصر جواب کہ ہر خطہ کا بہت مشکل ہے کیونکہ اس میں اختصار کی

یہ اہتمام کرنا پڑتا ہے کہ کوئی حصہ خط کا بلا جواب نہ رہ جائے

(۱۳۱) ایک شخص نے مندرجہ ذیل سوال کیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کا عالم الغیب ہونا اسپر بھی دلالت کرتا ہے کہ اُسے مستقبل کے چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کا علم ہو لہذا ہر کام کیلئے ایک طریق کار قیل از وقت مقرر ہو گیا۔ پھر اگر زید کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی بھی خبر تھی پھر اُس نے اس کو قتل کر ڈالا وہ بھی خداوند کریم کے علم میں تھا پس لزوماً اسی طرح اس کام کو واقع ہونا چاہئے ورنہ علم الہی باطل ٹھہرتا ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کے اس علم غیب کو ہر انسان کے مستقبل پر منطبق کرتے ہیں تو ہمیں انسان کو مجبور محض ماننا پڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی صفت پر ایمان رکھنا انسان کو مجبور ماننے کا مترادف ٹھہرتا ہے مگر باوجود اسکے ہم اس مذموم جبر کا نام سنتے ہی اپنے عقیدہ کو اس سے بری الذمہ ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے افعال کے ہم خود مختار ہیں اور ذمہ دار ہیں جیسا چاہیں کر گزریں اس حال میں خدا کو ہمارے افعال کے علم سے انحراف بالشرعاری ماننا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں خدا کو عالم الغیب مانکر دعا مانگنے کو بیکار کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ ہر کام کو اسی طرح ہونا چاہئے جیسا اسکے متعلق خدا کو علم ہو چکا ہے وہ خود اپنے علم کے خلاف جو کہ ابھی سے مکمل ہے آئندہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ علم غلط ٹھہرتا ہے۔ اس کا مندرجہ ذیل جواب غنابت ہوا۔ فرمایا یہ یقینی ہے کہ اختیار کا وجود بدیہی بلکہ حسی اور مشاہدہ ہے اور یقینی اور بدیہی اور حسی کی مصداق منت اگر دلیل غیر یقینی کے ساتھ ہو تو بدہت اور جس کی نفی نہیں کرینگے بلکہ اس دلیل کو حجت و دلیل کہینگے تو تعین اس حدشہ کی نہ کر سکیں مثلاً اگر دلیل ریاضی سے معلوم ہو کہ فلاں تاریخ فلاں وقت فلاں مقام پر پورے آفتاب کو کسوٹ ہو گا لیکن مشاہدہ سے کسوٹ کا عدم ثابت ہوا تو مشاہدہ کو غلط نہ کہا جاوے گا بلکہ حساب میں غلطی ہو جائیگا حکم کریں گے کہ یہ تعین نہ ہو سکتا کہ کہاں غلطی ہوئی اور کیا غلطی ہوئی۔ پس یہاں جب دلیل نافی ہوئی اختیار کی اور مشاہدہ اور بدہت سے اختیار ثابت ہو تو دلیل ہی کو متمسم سمجھیں گے خواہ غلطی کچھ ہی ہو۔ مثلاً یہاں اس دلیل میں یہ غلطی ہے کہ علم باری جو واقعہ قتل کے ساتھ متعلق ہوا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ وہ ایک قید کے ساتھ متعلق ہوا ہے اور وہ یہ کہ زید بیکر کو اپنے اختیار سے قتل کرے گا۔ اس سے تو اختیار کا وجود اور بھی مؤکد ہو گیا نہ کہ معدوم ورنہ خلاف علم الہی لازم آئے گا اور اگر اس اختیار کی کنہ اور اس کی وجہ ارتباب بالعلم کی نفی کر کے

اس اشکال یعنی نفی اختیار کا اعادہ کیا جائے تو البتہ اشکال جبر کی کنہ اور اس کی وجہ انتہا کی تفتیش کرنے سے بھی ہوتا ہے جس سے جبر کی بھی نفی ہوتی ہے تقریر اس کی یہ ہے اگر تعلق علم و امتناع خلاف علم سے جبر لازم آتا ہے تو ظاہر ہے کہ علم کا تعلق محدود محض سے تو ہو نہیں سکتا بلکہ عقلاً وہ موقوف ہے وجود معلوم پر اور اس کا وجود اگر بلا ارادہ ہے تو اس محدود کا قدم لازم آتا ہے اور وہ بالمشابہہ ہال ہے اور اگر ارادہ سے ہے تو ارادہ میں علم شرط ہے تو علم موقوف ہوا علم پر اور یہ دور ہے۔ نیز علم مستلزم جبر ہے جیسے کہ سوال میں کہا گیا اور ارادہ مستلزم اختیار ہے جیسے کہ ارادہ کی حقیقت سے ظاہر ہوئی خصوصاً مَا شَاءَ وَلَا شَاءَ مَخِي شَاءَ جو چاہے جیسے چاہے اور جب چاہے

اور یہ اجتماع تنافیہاں ہے اور یہ دور اور جمع لازم آیا ہے علم اور ارادہ سے تو علم اور ارادہ منفی ہوں گے اور علم ہی تو مقتضی تھا جبر کو جب مقتضی منفی ہوا تو مقتضی یعنی جبر بھی منفی ہو گا تو اس انتفا میں اختیار کیا مخصوص ہے جبر بھی منفی ہو گیا اسلئے ان سب اشکالات سے نجات یہی ہے کہ جبر اختیار کی کنہ اور وجہ انتہا کی تفتیش نہ کی جاوے اور عجب نہیں کہ شارع علیہ السلام نے اسی لئے اس مسئلہ میں عرض کرنے سے منع فرمایا ہے واللہ اعلم۔

(۳۱۴) فرمایا مثنوی میں ہے ۵

ہر پر گبر و علقی عادت شو د کفر گیر د کاٹے ملت شو د

اسکی تہذیب میں حضرت حاجی صاحب رحمہ نے فرمایا کہ پہلے مصرعہ کا مصداق متناظر ہے کہ کلمہ توحید پر ہینا اسکے لئے سب سے نیچے کے درجہ تا جن جن اللہک الاسفل من الدار تک پہنچنے کا سبب ہو گیا اور دوسرے کی مثال جیسے حضرت علامہ ابن یاسر رضی اللہ عنہوں نے کفار کے مجبور کرنے سے اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کر لیا اسکے بعد آیت اکراہ نازل ہوئے سے ان کا فعل قانون مشرعی بن گیا کیونکہ اس واقعہ کے بعد آیت کا نزول ہو گیا کہ جو شخص خود کے وقت بحالت مجبوری اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کرے تو جائز ہے (۳۱۵) ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے عورت کو لفظ طلاق نہیں کہا بلکہ تلاک کہا فرمایا نکاح کے وقت بھی تو کیا نکاح نہ کہا تھا ”نکاح نہ کہا تھا“ اگر اس سے نکاح ہو گیا تھا تو تلاک سے طلاق بھی ہو گئی اور اگر اس سے نکاح نہ ہوا تھا تو عورت نکاح نہ ہونے کے سبب جدا ہونا چاہئے

الحمد للہ کہ رب العالمین الخیر الحسن کا حصہ اول ختم ہوا

يشأمر النبيين

بِظُهُورِ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ

(از حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی عم فیض)

حامد اور مصدق،

قال الله تعالى النبي الاي الذي يبعثه
مكتوباً عند هجرته في التوراة والانجيل
باسم توريت وانجيل من كل ما هو ياتى به

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله
 محمد وعلى آله واصحابه واهل بيته واصحابه واتباعه اجمعين - اما بعد فقد قال الله عز وجل
 فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ
 بِالْيَتِيمَانِ يُؤْتُونَهُنَّ وَلِذِينَ يَتَّبِعُونَ
 الرَّسُولَ لِنَبِيٍّ الْأُمِّيِّ
 يَخُذُ مِنْهُ مِثْرًا يَأْمُرُ بِهِمْ فِي الْمَوَارِثِ
 وَالْأَنْجَالِ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ
 وَيَبْلُغُهُمْ إِلَى الْمَسْكَنِ وَحِيلَ لَهُمُ
 الطَّيِّبَاتِ وَيُحْجِرُ عَلَيْهَا الْغَايِبَ
 وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ
 الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَاذْكُرُونِ
 أَنْصُوبَهُ وَعِزُّهُ وَلَا تَضُرُّهُ
 وَأَتَّبِعُوا التَّوْرَةَ الَّتِي أَنْزَلَ مَعَهُ
 أُولَئِكَ لَهُمُ الْفَلَاحُ هـ

وہ خاص رحمت میں ان لوگوں کیلئے ضروری کہوں گا
 جو ہم سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری
 یتیموں پر ایمان لاتے ہیں اور جو ایسے رسول اور نبی امی کا
 اتباع کرتے ہیں جس کو اپنے پاس توریت و انجیل
 میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور نبی امی ان کو نیک باتوں
 کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور
 پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں اور
 گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور جو بوجھ
 اور طوق ان پر تھے وہ ان سے دور کرتے ہیں - پس جو
 لوگ اس نبی موصوف پر ایمان لائے اور ان کی
 حمایت و اعانت کی اور اس نور کا اتباع کیا جو
 ان کے ساتھ اتار دیا گیا ہے ایسے ہی لوگ پوری
 فلاح پانے والے ہیں -

الحمد لله ثم الحمد لله کہ اس نے ہم کو اس نبی امی فداہ نفسی و ابی و امی پر ایمان لانے اور
 اس کے لئے ہوئے نور کے اتباع کی توفیق عطا فرمائی - فَاَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا
 لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ -

اَللّٰهُمَّ كُوْلَا اَنْتَ مَا هَدَيْتَنَا
 وَلَا تَضُرُّ قَنَا وَلَا تَمْلِكُنَا فَاَنْزِلْ

اے اللہ اگر تیری توفیق نہ جوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے
 اور نہ صدمہ کہتے اور نہ نمانہ پڑھتے - پس تو ہم پر اپنی

پس جس طرح اُس نے اپنے فضل و کرم سے ایمان اور انبیاء نور کی نعمت سے سرفراز فرمایا اسی طرح اُس کے فضل و کرم سے فلاح اور اس کی رحمت خاص کے اُمیدوار ہیں۔

توریت و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح بشارتیں موجود تھیں مگر یہود بے بہود اور نصاریٰ جباری نے تقریباً سب میں تحریف کر ڈالی مگر باوجود اس تحریف کے جو بشارتیں صحف انبیاء میں حاسدین و متکبرین کی نظروں سے خدائے بچالیں وہ بھی اس شخص کی ہدایت کے لئے کہ جس کا قلب زلج اور عناد سے پاک ہو بہت کافی اور شافی ہیں۔

اس ناچیز نے چند بشارات یہود و نصاریٰ کی ہدایت اور اخوانِ مؤمنین کی زیادتِ ایمان اور طمانیت کیلئے اس مختصر تحریر میں جمع کی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائے اور یہود و نصاریٰ کو ہدایت فرمائے آمین۔ اور ہم کو اپنی اس ہدایت پر مرتد نہ ہو کر نکل ستقامت نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ رَبَّنَا لَا تُخِزْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُتِبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَا كُنَّا لِنَكْفُرَ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ آمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ سُبْحَانَكَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

بشاراتِ اوّل

از تورات سفر استثناء باب (۱۸) آیت (۱۸)

۱۸۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ اُنہوں نے جو کچھ کہا سوا اچھا کہا۔ میں اُن کیلئے اُن کے بہانیوں میں تجھ سانہی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرادگا وہ سب اُن سے کہیگا۔ ۱۹ اور اب ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام کیے کہیگا نہ سنیگا تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا۔ ۲۰ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قاتلِ کلمہ

۳۱۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب بھی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ حوالہ اُس سے کہا ہے واقع نہ ہو تو وہ بات خداوند کی نہیں بنتی

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارت خاص سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے اور یہ ہوگا کہ یہ خیال ہے کہ یہ بشارت یوشع علیہ السلام کیلئے ہے۔ اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق بجز خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ لوگ تو اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ میں اُن کے (یعنی بنی اسرائیل کے) بھائیوں میں سے تجھ سے بڑا ایک نبی برپا کروں گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا اسلئے کہ اگر یہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوتا تو یہ فرماتے کہ خود غم میں سے ایک نبی پیدا ہوگا کما قال تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ اذِیْہُمْ اذِیْہُمْ اور یہ نہ فرماتے کہ خود تمہارے بھائیوں میں سے وہ نبی ظاہر ہوگا کما قال تعالیٰ خَطَابًا لِّبَنیْ اِسْرَآئِیْلَ وَجَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ غرض یہ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام بنی اسرائیل کو بلا کسی تخصیص کے یہ خطاب فرمایا کہ وہ نبی موعود تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ نبی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمعیل میں سے ہوگا

اور ظاہر ہے کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اسرار میں سے ہیں۔ اور اس بشارت کا مصداق صرف وہی نبی ہو سکتا ہے کہ جو نبی اسمعیل میں سے ہو۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی پیغمبر اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

دوئم یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ تیرے مانند ایک نبی برپا کر دوں گا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مانند نہ یونہی تع علیہ السلام اور نہ عیسیٰ علیہ السلام۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات بنی اسرائیل میں ہوئے۔ اور تورات میں ہے کہ ”بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا“

علامہ ابن حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 تلمیذ تھے۔ تابع و متبع کیسے مماثل ہو سکتے ہیں۔ نیز حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام اس
 وقت موجود تھے۔ اور اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی ہر پکاروں گا جس سے نصا

ظاہر ہے کہ اس نبی کا وجود زمانہ مستقبل میں ہوگا۔ نیز یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے زمانہ میں نبی ہو چکے تھے پس وہ اس بشارت کا جس میں آئندہ نبی کی خبر دی گئی ہے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل نہیں اس لئے کہ نصا ما کے حیاری کے نزدیک تو وہ ابن اللہ یا خود خدا ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ اللہ نہ ابن اللہ بلکہ خدا کے ایک بندے ہیں۔ پس بنائے اور خدا میں کیا مماثلت۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ اعتقاد نصاریٰ مقتول و مصلوب ہو کر اپنی امت کے لئے کفارہ ہوئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مقتول و مصلوب ہوئے اور نہ کفارہ ہوئے۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حدود و قصاص زہ اجروہ لغزیرات فعل و طہارت کے احکام سے ساکت ہے۔ بخلاف شریعت موسویہ کے وہ اہل تمام امور پر مشتمل ہے۔ ہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مماثلت ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام صاحب شریعت مستقل تھے اسی طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غراء بھی مستقل اور کامل اور علی وجہ الاتم حدود لغزیرات۔ جہاد و قصاص۔ حلال و حرام کے احکام کو جامع جس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے نکال کر عزت دی

اس سے بد جہازانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو روم اور فارس کی قید سے چھڑا کر اللہ کا کلمہ پڑھایا اور قہر و کسری کے خزائن کی کنجیاں ان کے سپرد کیں۔ نیز جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح کیا اسی طرح ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی انبیاء و صالحین

کی سنت نکاح پر عمل فرمایا۔ اور اسی مماثلت کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے۔
 اِنَّا اَمَرْنَا لَکُمْ رَسُوْلًا
 شَاهِدًا عَلَیْکُمْ حَکْمًا اَمَرْنَا
 اِلَیْہِ فَرَعُوْنَ رَسُوْلًا ۝

ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔ تم پر یہ گواہی دینے والا۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا۔
 نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی اس مماثلت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مماثلت سے یہ مراد ہے کہ وہ نبی موعود موسیٰ علیہ

الصلوة والسلام کی طرح نبی اسرائیل میں سے ہوگا۔ تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اسرائیل میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ہر نبی انبیاء اسرائیل میں سے اس بشارت کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کیلئے کسی درجہ میں مماثلت تسلیم کر لیجاوے تو اس مماثلت کو اُس مماثلت سے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہے کوئی نسبت نہیں۔

سوم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ میں اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور یعنی اُس نبی پر الراح تورات و زبور کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ اللہ کی وحی بیکر نازل ہوگا۔ اور وہ نبی اُمی ہوگا۔ فرشتہ سے منکر اللہ کا کلام یاد کرے گا اور اپنے منہ سے پڑھ کر اُمت کو سنائیگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات بجز نبی اُمی فداہ نفسی والی و امی کسی پر صادق نہیں آتی۔ چہاں یہ کہ اس بشارت میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ جو اُس نبی موعود کے حکم کو نہ مانیں گے اسکو سزا دوں گا۔ اور ظاہر ہے کہ اس سزا سے اُخروی عذاب مراد نہیں اسلئے کہ اس میں اُس نبی موعود کے نہ ماننے والے کی کیا خصوصیت۔ اُخروی عذاب ہر نبی کے نہ ماننے والیکے لئے ہے بلکہ اس سے دنیوی سزا یعنی جہاد و قتال اور حدود و قصاص کا جاری کرنا مراد ہے۔ اور یہ بات نہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی اور نہ یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو۔ البتہ خاتم الانبیاء سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علی وجہ الائم حاصل ہوئی۔ لہذا وہی اس بشارت کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ پنجم یہ کہ اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ اگر وہ نبی عباد ابا اللہ افراڈ کرے گا اور خدا کی طرف غلط بات منسوب کرے گا تو وہ نبی قتل کیا جائیگا۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد دعوائے نبوت قتل نہیں کئے گئے۔ دشمنوں نے ہر طرح کی کوشش اور تدبیر کی مگر سب برباد ہوئی۔

كما قال الله تبارك وتعالى

لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اُس نعمت کو یاد کیجئے
کہ کافر جب آپ کے ساتھ ملکر کرتے تھے کہ آپ کو قید کر لیں
یا مار ڈالیں یا قتل دیں وہ اپنی تدبیریں کرتے تھے

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَيَكْسِبَنَّهُمْ أَذًى وَلَكِنْ أَتَيْنَاهُم بِكَ
مُخْرَجًا وَمَكْرُوهٍ لَّهُمْ شَسِيقٌ

اللہ واللہ خیرٌ مما یرینہ

اور اللہ اپنی تدبیر فرماتا تھا اور اللہ ہی بہترین تدبیر

فرماتے والا ہے۔

اور حسب وعدہ الہی واللہ یُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ آپ بالکل محفوظ اور مامون رہے اور کھائے
اسکے کہ کسی قسم کا حادثہ ناجائز پیش آتا آپ کی شان و شوکت بلند ہوتی گئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اگر وہ نبی موعود نہ ہوتے تو غزوہ قتل کئے جاتے۔ ہاں حسب زعم انصار نے حضرت عیسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام مقتول و مصلوب ہوئے۔ پس اگر حضرت سچ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بشارت کا
مصدق قرار دیا جائے تو علیٰ زعم انصار عیاذ باللہ ان کا کاذب ہونا لازم آتا ہے اور قرآن عظیم
میں بھی اس طرف اشارہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ التَّنَادَہ

وَلَوْ لَا اَنْ تَنَادَیْتَ لَقَدْ رَاٰتِ
تَرَکُنَ اِلَیْہِمۡ شَرِیۡنًا قَلِیۡلًا اِذَا
لَا ذَقْنٰکَ ضَعْفَ الْحَیۡوۃِ وَ
ضَعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ
عَلَیۡہَا نَصِیۡرًا ۝ وَ لَوْ نَقُوْلُ عَلَیۡکَ
بَعۡضَ الْاَقَاوِیۡلِ لَا خَیۡدَ نَامِئُہٗ بِالۡیَمِیۡنِ
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْاَوۡتَیۡنِ ۝
ان کی شہرہ گ کو کاٹ دیتے۔

اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ
قریب تھے کہ ان کی جانب اقل قلیل
مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو زندگی
اور موت کا دو چند عذاب چکھاتے پھر
آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ
پاتے۔ اگر محمد ہم پر کچھ افترا کرتے
تو ہم ان کا داہنا پیکر لیتے۔ اور

ایک ضروری تنبیہ

کہ قتل ہونا علی الاطلاق صادق ہونیکی دلیل نہیں ورنہ اُن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کی صداقت کہ جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے رہیں نامل ہوگی کما قال اللہ تعالیٰ وَ
یَقْتُلُوۡنَ السَّیِّئِیۡنَ لِیَغۡیۡرَ الْخَبِیۡثَ خَیۡرًا لِّعِزِّہٖ خُصُوۡصًا انصاری کو اپنے عقیدہ فاسدہ کی بنا پر حضرت عیسیٰ
السلام کی صداقت ثابت کرنا بہت دشوار ہو جائیگی
بلکہ خاص اس نبی موعود کا قتل ہونا اس کے صادق ہونے کی علامت ہے جیسا کہ قرأت

کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ "وہ نبی جو ایسی کتناخی کرے گا الخ" وہ قتل کیا جائیگا اور دونوں جملوں میں وہ کی ضمیر خاص اُس نبی موعود کی طرف راجع ہے۔

ششم یہ کہ اس عبارت میں یہ بھی مصرح ہے کہ اُس نبی موعود کے صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اُس کا کلیہ پورا ہو گا یعنی اُس کی تمام پیشین گوئیاں صادق ہونگی۔ سوال الحمد للہ تم الحمد للہ کہ اُس صادق موعود کی کوئی پیشین گوئی آج تک ذرہ برابر بھی غلط ثابت نہ ہوئی۔ اور ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ بانگِ دل اعلان کرتے ہیں کہ قیامت تک بھی کوئی حاسد اُس صادق موعود کی کسی پیشین گوئی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

اور یہ وصف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا نمایاں اور اجلی تھا کہ آپ کے دشمنوں اور حاسدوں کو بھی بحرِ صادقِ امین کہنے کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔

کوئی مانے یا نہ مانے

یہ گہنگار امت تو اُس نبی اہی تھا کہ انفسی دہانی و امی کے صادق موعود ہونے پر طلوعِ شمس اور وجودِ نہار سے بدرجہا زائے یقین کر رہا تھا۔ اُس خدائے وحدۃ الاشربک کہ کسی قسم کا کر اور اُس کو اور اُس کے تمام ملائکہ کو گواہ بنا کر صمیمِ قلب اور خلوصِ اعتقاد سے یہ تصدیق و اقرار کرتا ہے کہ بیشک شبیہ آپ صادق موعودِ صادق الاولین والآخرین ہیں اللہم نثبتنا علی ذلک امین ہنعم یہ کہ کتاب الاعمال باب سوم آیت ہفتدہم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی منتظر حضرت عیسیٰ اور ایلیا علیہما الصلوٰۃ والسلام بلکہ تمام انبیاء کرام کے علاوہ ہے۔

وہ عبارت یہ ہے

اب لے بھائیو میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ تادیق سے کیا جیسے تمہارے سرورِ مہر نے بھی۔ پر جن باتوں کی خدا نے اپنے سب بیوں کی زبان سے آگے سے خبر دی تھی کہ مسیح رکھ اٹھا میرا گا سو پوری کیں ۱۹ پس تو یہ کرو اور متوجہ ہو کہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں تاکہ خداوندِ حق تبارک بخش آیام آویں۔ ۲۰ اور ایسوی مسیح کو بھر بھیجے جس کی مادی تم لوگوں کے دھیاں آگے سے ہوئی ۲۱ فرورہ کہ آسمان اُسی لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے

اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں ۲۲ کیونکہ وہ سنی لکھ باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی تیری مانند اُٹھا دیکھا جو کچھ وہ تمہیں کہے اُس کی سب سے ۲۳ اہل ابھوگا کہ ہر نفس کہ جو اُس نبی کی نہ سنے وہ قوم سے نیست کیا جاوے گا ۲۴ بلکہ سب نبیوں نے سموئل سے لیکے پہلوں تک جنوں نے کلام کیا ان دونوں کی خبر دی ہے ۲۵ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے جو جو خدا نے باپ دادوں سے یا نہ تھا ہے جب ابراہم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں آہ

اس عبارت میں اول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اور ان کی اس تکلیف کا جو اُن کو علیہم السلام پروردگار سے پیش آئی ذکر ہے۔ اور اُن کے نزول من السماء کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اس نبی کی بشارت کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ

خداوند عالم تمہارے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجے والا ہے۔ اور علامہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نبیوں نے اس نبی موعود کے آنے کی خبر دی ہے۔ اور جب تک یہ وعدہ ظہور میں نہ آئیگا اس وقت تک یہ زمین و آسمان فروغ قائم رہیں گے اور اُسی زمانہ میں خدا کا وہ عہد بھی پورا ہوگا کہ جو اُس نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا کہ تجھ سے دنیا کو سارے گھرانے برکت پاویں گے۔

الحاصل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کو ذکر کر کے یہ کہنا سو پوری کہیں اور جس نبی کی موسیٰ اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء و کرام علیہم السلام الف الف صلوٰۃ و الف سلام نے بشارت دی ہے اُس کے انتظار کو ان الفاظ سے ظاہر کرنا کہ ضرور ہے کہ آسمان اسکے لئے رہے کہ اس وقت کہ سب چیزیں کہ جن کا ذکر کہ خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع کیا اپنی حالت پر آویں آہ

اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی بشر اور رسل منتظران تمام انبیاء اور رسل کے علاوہ ہے کہ جو حضرت موسیٰ سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک گذرے۔ ہذا

بشارت کا مصداق حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت یوشع یا حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو اس بشارت کا مصداق قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

ہشتم یہ کہ انجیل یوحنا باب اول آیت انیسویں میں ہے
جب یہودیوں نے یروشلم سے کامنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اس کو پوچھیں کہ تو کون ہے اور اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔ تب انہوں نے اُس سے پوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں میں آیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ ۱۴

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کو حضرت مسیح اور الیاس علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی ایک نبی کا انتظار تھا۔ اور وہ نبی اُن کے نزدیک ایسا معروف و معبود تھا کہ اُس کے نام کو ذکر کرنے کی بھی حضرت مسیح اور حضرت الیاس کے نام کی طرح حاجت نہ تھی۔ بلکہ فقط وہ نبی کا اشارہ ہی اُس کے لئے کافی تھا۔

پس اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس بشارت کا مصداق تھے تو پھر اُنکو انتظار کس کا تھا۔

وہ نبی جن کا کہ اُن کو انتظار تھا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہ اہل کتاب نبی اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ نبی کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اسلئے ہمیشہ سے اہل اسلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن حضرت (جو بعینہ وہ نبی کا ترجمہ ہی ہوتی ہیں) ہم یہ کہ انجیل یوحنا باب ہفتم کی آیت پہلے سے بھی یہی معلوم ہو تا ہے کہ وہ نبی موجود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے چنانچہ انجیل میں ہے۔

۱۵۔ تب اُن لوگوں میں سے بہتروں نے یہ سنا کہ یہی الحقیقت یہی وہ نبی ہے۔ اور اُن نے کہا یہ مسیح ہے ۱۵

نبی معبود کو حضرت مسیح کے مقابلہ میں ذکر کرنا اس کی گہلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ نبی معبود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ پس اگر وہ نبی سے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نہ مراد ہوں تو نہ کھروہ کون بنی ہے کہ جس کا اُن کو انتظار تھا۔

بشارت دوم

از تورات کتاب پیدائش باب ۱۱ آیت ۳۱

اسمعیل کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے ہر دمند
کردوں گا۔ اور اُسے بہت بڑا دل کا۔ اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ اور میں اُس سے
بڑی قوم بناؤں گا

اور اُسی باب کی آٹھویں آیت میں ہے۔

اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو رہ رہا ہے دیں گا

اور باب ۲۵ آیت ۱۱ میں ہے

آپ کے فرزند اسحاق کو اللہ نے برکت دی آہ

الحاصل حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسحاق اور حضرت اسمعیل علیہم
الصلوٰۃ والسلام کی بابت وعدہ فرمایا تھا کہ اُن کو برکت دوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اول حضرت
اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد نے برکت حاصل کی۔ اور تقریباً کئی ہزار سال تک سلسلہ نبوت
ورسالت آپ کی اولاد میں جاری رہا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک برابر حضرت اسحاق
کی اولاد میں انبیاء اور رسول ہوتے رہے

بعد ازاں جب دوسرے وعدہ کا وقت آگیا تو مشرف نبوت و رسالت یکے نبی اسرائیل سے
بنی اسمعیل کی جانب منتقل ہو گیا۔ اور دعائے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور فاران کی پڑیوں
سے اور سینا اور ساعیر کا نور فاران پر چمک کانے لگا۔ وَذَلِكَ فَكُلُ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ لِّسَانٍ عَطَا
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

تورات سفر پیدائش باب (۲۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمعیل کو حجاز میں لیکر آئے اور وادی فاران میں مکہ مکرمہ کے قریب
چھوڑ کر واپس ہو گئے۔

حضرت سارہ کے وصال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم اور

اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم اور

حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی

بنیادیں اٹھ رہے تھے اور یہ دعا مانگتے

تھے کہ اے پروردگار یہ خدمت تو ہم سے

قبول فرما۔ تو بیشک سنے والا اور جاننے

والا ہے۔ اور اے پروردگار ہم کو اور ہماری ذریت

سے ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ

مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَعِيلُ رَبَّنَا

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا

أُمَّةٌ مُسْلِمَةٌ لَكَ ط

ناظرین غور فرمائیں کہ اس مقام پر کس کی ذریتہ مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت

استمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت مراد ہے جو کہ دادی فاران اور حرم الہی اور

کہتے ہیں کہ اس پاس مقیم ہے۔ اسی ذریت کے لئے حضرت ابراہیم نے اول

یه دعا فرمائی۔ سُبَّانَا اَجْعَلْنَا لَہِ اَدْرَسَی دَعَا یَہِ فرمائی۔

۱۔ پیر دروگلا باجرہ اور اسمعیل کی ذریت

میں ایک ایسا رسول بھیج جو تیری کتاب

لی تلاوت کرے۔ اور لوگوں کو کتاب

وہارت کی تعلیم دے اور ان کو فہر

اور شرک سے پاک کرے

بائشک تر ہی غالب اور حکیم ہے

سَرَبْنَاوَالْبَعَثُ فِيهِمْ (اى فى

هذه الذرية ذرية هاجرة

واسمعيل عليهما الصلوة

والسلام) سئلوا عنهم شيئا

عليهم ايتك ويعلمهم

الَّتِي بَدَأَ بِهَا الْحِكْمَةَ وَيُزِيلُ عَنْهُمْ

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

حق تعالیٰ جس طرح قرآن کریم میں اس دعاے ابراہیمی کا ذکر فرمایا ہے

اسی طرح اس کی اجابت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِي رَفَعْتَ فِي الْأَوَّلِينَ رَسُولًا
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِذْ
كَانُوا مِن قَبْلِ مَنفَعِ ضَالِّينَ
اللہ ہی نے بنے پڑھوں میں ان ہی میں
ایک رسول بھیجا جو ان پر خدا کی آیتوں کی
تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے
اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے

اور وہ اس سے پہلے ضلّی گرا ہی میں مبتلا تھے۔

خلاصہ

یہ کہ فاروقین کرام اس پر غور کریں کہ اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد
میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زاید کون با برکت اور سبر و مندوب
اور کنعان کی زمین کس کی وراثت میں آئی۔

اور بارہ سرداروں سے بارہ خلفاء مراد ہیں، لکھا انا لنبی صلی اللہ علیہ وسلم
یہ دوری الاسلام الی اثنی عشر
خليفة عليهم من قریش
اسلام کا ریحی (حکمی) بارہ خلفاء
پر گہو میگا۔ جو سب کے سب قریش سے تھے

فائدہ جلیلہ

اس علیم و حکیم نے اپنی حکمت بالغہ سے اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
اولاد کو اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر برکت دینے میں اس
وجہ سے مقدم رکھا کہ حضرت اسمعیل کی اولاد میں خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا
ہوئے ہیں اگر حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدہ کو مقدم کر دیا جاتا تو پیغمبر
اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے سلسلہ نبوت و رسالت منقطع ہو جاتا اس لئے کہ
خاتم الانبیاء و المرسلین کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں بنایا جاسکتا
اور اسی وجہ سے کہ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں بکثرت نبی ہو گئے تو بنی اسرائیل کو
اس الغام کی تذکیر ان الفاظ سے کی گئی۔

اِذْ جَعَلْنَا اٰیٰتِنَا "تم یہ جی فدائی نے بہت نبی پیدا کئے"

اور حضرت ابراہیم نے جو حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا فرمائی تو یہ فرمایا رَبَّنَا
وَالْعَشْرَ فِیْهِمْ سُرًّا مَّوَدًّا۔ یعنی اے پروردگار ان میں ایک عظیم نشان رسول بھیج
اور یہ نہیں فرمایا۔ "رَبَّنَا وَالْعَشْرَ فِیْهِمْ سُرًّا مَّوَدًّا" یعنی اے خدا ان میں بہت سے رسول بھیج

جس سے صاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسمعیل میں سے صرف ایک ایسے رسول کے مبعوث ہو سکی دعا فرماتے تھے کہ جس کے آئینے بعد کسی نبی اور رسول کی حاجت نہ رہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے جب اس دعا کی اجابت کو ذکر فرمایا تو ہوا لکھ کر فرمائی کہ **وَالْأَمِّيْنِ رَسُوْلًا** صیغہ مفرد کیسا نسخہ ذکر فرمایا **رَسُوْلًا** صیغہ جمع کے ساتھ نہیں ذکر فرمایا

وَعَنْ أُمِّ الْعَالِيَةِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى
سَرَبْنَا وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ
يعني اُمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فقبل له قد استجیب لك وهو
كائن في اخر الزمان وكذا قال
الشَّيْخُ وَتَفَادَة - تفسير ابن كثير ج ۱

۱۔ **مُؤَكَّدًا فِي دَاخِلِ الزَّمَانِ** سے خاتم النبیین ہونا مراد ہے۔ اور اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد **اَنَادَعُوهُ اِلٰی اَبْرَاهِيْمَ** یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں، اس طرح مشیر ہے اور اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا اُمت محمدیہ پر عظیم الشان احسان **اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی اَبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اَبْرَاهِيْمَ** کا پڑھنا اس احسان کے شکر میں اُمت پر لازم ہو گیا۔

یہ کہا جائے کہ تمام انبیاء و رسل میں سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلوٰۃ و سلام کے لئے مخصوص کرنا ان کی اس دعا کی اجابت ہے رَبِّ هَبْ لِي ذُرِّيًّا ذَكَرًا وَارْحَمْنِي بِالصَّالِحِينَ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ چنانچہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم و حکمت بھی عطا فرمائی۔ اور صالحین میں بھی داخل فرمایا۔ اور آخر میں یعنی اس آخری امت میں مکمل صلیت علیٰ ابراہیم الخ کے ذریعہ سے اُن کا ذکر خیر جاری فرمایا۔ اور انشاء اللہ العزیز الیوم القیامتہ اسی طرح جاری رہے گا اللہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ مَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ جَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ

اور چونکہ حضرت ابراہیم سے برکت دینے کا وعدہ تھا اسلئے مَکَا بَاسَر کُت کا اور اضافہ ذکر دیا گیا

اور عجیب نہیں کہ اُن بارہ سرداروں سے کہ جن سے خلفاء مراد لئے گئے ہیں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہو
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری نہ رہے گا بلکہ خلافت نبیانت
کا سلسلہ جاری ہوگا اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اُمت سے صرف خلافت کے جاری رکھنے کا وعدہ
فرمایا ہے۔ نبوت و رسالت کا کسی درجہ میں بھی وعدہ نہیں فرمایا کَمَا قَالَ تَعَالَى

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْأَرْضِ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَافَةُ
النَّبُوَّةِ بَعْدِي أَلْفَ عَامًا
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي
بَنُو إِسْرَءِيلَ تَسْوِسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ
كَمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلْفَهُ نَبِيٌّ وَآلَهُ لَا بَنِيَّ
بَعْدِي وَتَسْبِكُونَ خُلَفَاءَ دَوَاةِ الْبَحْرِ

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے
عمل صالح کئے اُن سے اللہ تعالیٰ
نے خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت
کی خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل
کا انتظام اُن کے نبی کیا کرتے تھے جب کوئی نبی
گدھانا توڑ دے گا تو دوسرا نبی اُس کے قائم مقام ہو جائے گا
لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں خلفاء ہوں گے
(بخاری)

بشارتِ موم

از تورات سفر استثناء باب آیت

جَاءَ الرَّبُّ مِنَ سَيْنَاءَ وَ أَشْرَقَ لَهُمْ مِنْ سَاعِیْرَ وَ تَلَاءَ لَا عَمِنْ جِبَالِ فَارَانَ
وَ آتَى مِنْ رِبَوَاتِ الْقُدْسِ وَ عَنِ عَمِیْنَه تَأْمُرُ شَرْ یُعِیْہِ اھ
اور الجبال فیج میں بعض نسخ تورات سے اس طرح نقل کیا ہے۔

جَاءَ الرَّبُّ مِنَ سَيْنَاءَ وَ أَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِیْرَ وَ اسْتَعْلَنَ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ ۱۵
اور اُردو نسخ میں اس طرح ہے

خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار
قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتش شریعت اُن کیلئے تھی اھ

اس آیت میں

تین بشاراتیں مذکور ہیں (۱) طور سینا، پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوران کا عطا ہونا مراد ہے (۲) اور ساعیر ایک پہاڑی کا نام ہے کہ جو پہاڑ ناصرہ مولد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور نزول انجیل کی طرف اشارہ ہے (۳) اور فاران سے مکہ کے پہاڑ مراد ہیں۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نزول قرآن کی جانب اشارہ ہے۔ اور آتشی شریعت سے بھی قرآن کریم مراد ہے اسلئے کہ وہ احکام پر باد اور احکام حدود و قصاص پر مشتمل ہے۔ اور دس ہزار قدوس سے تشکر ملائک مراد۔ یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے وقت دس ہزار صحابہ و ملائک سے کہ پر حملہ کرنا مراد ہے۔

اور اس بشارت کی تین ترتیب اور حسن بیان قابل غور ہے۔ اول یہ فرمایا جَاءَ الرَّبُّ مِنْ سَيْنَا وَخَدَاوند سینا سے آیا۔ اور اس کے بعد یہ فرمایا۔ وَأَشْرَقَ مِنْ سَاعِيرٍ۔ یعنی سے طلوع ہوا اور اخیر میں یہ فرمایا وَاسْتَعْلَنَ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ۔ فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ جس سے مقصد یہ ہے کہ نزولِ تورات بمنزلہ طلوع فجر کے ہے۔ اور نزولِ انجیل بمنزلہ طلوع شمس کے ہے اور نزولِ قرآن بمنزلہ استواء شمس فی نصف النہار ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفر کی تاریک شب کا خاتمہ اور پہلی پہیٹ کر ایمان و ہدایت کی صبح صادق کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا۔ اور فرعون اور فاران اور یامان جیسے ائمۃ الکفر عذاب الہی سے ہلاک ہوئے

اور جب حضرت مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت بھی اُفتی شریعت پر ظاہر ہوا۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت ٹھیک نصف النہار پر آگیا اور کوئی جیبہ زمین کا ایسا باقی نہ رہا کہ جہاں اس آفتاب کی روشنی نہ پہنچی ہو۔ اور قرآن عزیز میں بھی اس بشارت کی طرف اشارہ ہے۔

(وَالنَّبِيُّ وَالرَّسُولُ وَالْطُّورُ سَيْنَا وَهَذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ)

تین اور ریتون چونکہ ارضِ خدس میں پیدا ہوتے ہیں جس پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اس لئے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی جانب اشارہ ہے۔

اور بلدا میں سے مکہ مکرمہ ہوا ہے کہ جس سے آفتاب نبوت و رسالت کا ظہور ہوا۔

حق تعالیٰ شانہ نے مکہ کی صفت الا مین ذکر فرمائی ہے جس سے اشدہ اس امر کی طرف ہے کہ مکہ و
عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ الہی کے درخشم ہیں کہ بطور امانت اس بلد امین کے سپرد کئے گئے
ہیں۔ بلد امین نے ترقین سال تک اس درخشم اور امانت الہی کی حفاظت کی مگر جب وقت بہت ہی
نازک ہو گیا تو اس وقت بلد امین نے بادل ناخواستہ یہ امانت مدینہ طیبہ کے سپرد کر دی حد ۱
فہو ایقہ الحیاہ

الحاصل

اس کلام میں تین پیغمبروں کی بشارت دی گئی۔ اور بشارت کا اختتام خاتم
الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک پر ہوا تاکہ ختم نبوت کی طرف اشارہ ہو جائے
غافلین کہتے ہیں کہ فاران سینار کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ
اس علاقہ میں ظاہر نہیں ہوئے اسلئے یہ بشارت ان کے حق میں نہیں ہو سکتی۔

تورات میں لکھا ہے کہ بنی بایجرہ اور حضرت اسمعیل بنی سارہ کے ناراض ہو جانے سے
ارض مقدس کو چھوڑ کر دشت فاران میں سکونت پذیر ہوئے جس کی بنا پر فاران وہی مقام ہوگا
جو حضرت اسمعیل اور ان کی اولاد کا سکونت گاہ ثابت ہوا۔

۱۔ امر وایات متواترہ سے ثابت ہے کہ بنی بایجرہ اور حضرت اسمعیل وادی حجاز کے اُس میدان
میں مقیم ہوئے جہاں اس وقت مکہ آباد ہے۔ اور یہیں آپ کی اولاد بھی قیام پذیر ہوئی۔

سامری تورات کے عربی ترجمہ میں جبکہ علمائے جرمن نے لکھنا میں بمقام کاشنگن چھپوایا ہے
حضرت اسمعیل کی سکونت گاہ کے متعلق تحریر ہے و سکین فی بربۃ فادان (۱۷۱ الحجاز) و اخذت
لہ امرأۃ من ارض مصر (کون الدنیا ۲۱-۲۱)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سمویل نبی کے وفات کے بعد دشت فاران میں تشریف لگے
اور وہاں آپ نے ایک زبور تصنیف کیا جس میں نہایت افسوس کے ساتھ فرماتے ہیں کہ میں قیدار کے
قیام گاہ میں سکونت پذیر ہوں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیدار فاران میں رہتا تھا۔ قیدار حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام

سفر تکوین باب ۲۱۔ از آیت ۱۳ تا آیت ۲۱ لکھو سمویل نبی کی پہلی کتاب ۲۵-۱۔ اور زبور ۱۲۰-۵

کے دوسرے فرزند ہیں۔ اشعیاء اور یسعیاہ کے صحیفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد مغربی ملک میں رہتی تھی۔ بطلمیوس نے حجاز کا وسطی علاقہ اُس کی جائے سکونت بتلایا ہے اس بنا پر یہ اعتراف ہے کہ وادی حجاز اور فاران دونوں ایک ہی مقام ہیں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور مکہ میں ہوا جو حجاز کا مشہور شہر ہے کن فی البشادات ۱۱ لا حدید

بشارت جہارم

از تورات سفر استثناء باب ۳۲ آیت ۲۱

انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی واپس بات باتوں سے مجھے غصہ دلا یا۔ سو میں بھی انہیں اُس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں بھا کر دوں گا اور

اس بشارت میں بے عقل قوم سے جہلائے عرب مراد ہیں کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت سے قبل جہالت اور گمراہی میں مبتلا تھے۔

علوم عقلیہ و شرعیہ سے واقفیت تو درکنار ان کو تو سوائے بُت پرستی کے اور کسی شئی کا علم نہ تھا۔ یہود و نصاریٰ انکو بہت حقیر جانتے تھے۔ ان کو جاہل اور اپنے کو عالم کہتے تھے۔

لیکن جب یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی اصلی تعلیم کو بھلا دیا اور بجائے توحید کے شرک میں مبتلا ہو گئے۔ مَآ قَالِ تَعَالٰی تَشَآذَهُ۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ حُذِرُوا بِاللّٰهِ۔ وَقَالَتِ النَّصَارَى

الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ۔ یہود نے عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا۔ اُس وقت غیور مطلق حق جل جلالہ کی غیرت جوش میں آئی اور جب وعدہ انہیں پھلانا اور اُمّیین میں سے ایک نبی امی۔ فلا نفسی ابی وامی کو مبعوث فرمایا کَمَا قَالَ تَعَالٰی

لُيَسِّرَنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلٰٓئِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ
تمام آسمان اور زمین کی چیزیں خدا کا بادشاہ
پاک زبردست حکمت والے ہی کی تسبیح

۱۷ یہ رسالہ جناب حکیم سید محمد شمس اللہ صاحب قادری حیدر آبادی کی تصنیف ہے رسالہ (۳۲) صفحہ

کا ہے۔ منفید اور مختصر ہے۔ حشر اور اظہار سے پاک ہے ۱۲ منہ

[illegible]

باقی بے عقل قوم اور شعب جاہل سے یونانیین مراد لینا جیسا کہ پولوس کے رسالہ رومیہ سے مترشح ہوتا ہے صحیح نہیں اسلئے کہ یونانیین تو اُس زمانہ میں علوم و فنون کے اعتبار سے تمام عالم پر نائق تھے وہ شعب جاہل اور بے عقل قوم کا کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔ سقراط بقراط فیساغورس افلاطون جالینوس۔ ارسطاطالینس ارشمیدس میناس اقلیدس یہ سب کے سب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور بعثت سے کئی صدی قبل تمام علوم و فنون کے ماہر اور احکام تورات کے پورے عالم تھے۔“

بشارت پنجم

از تورات سفر پیدایش باب ۴۹

(۱۱) اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ اپنے کو جمع کرو تاکہ میں اس کی جو پچھلے دنوں تم پر
 بدگمانیاں تھیں خبر دوں۔ (۱۲) یعقوب کے بیٹوں نے اپنے کو اکٹھے کر دیا اور سنا اور اپنے باپ اسرائیل کے سنو
 اور پھر آیت دہم میں ہے۔

یہودہ سے ریاست کا عصا جڑا ہوا۔ اور نہ حاکم اُس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہیگا۔
جب تک کہ شیلانہ آوے۔ اور تو میں اُس کے پاس کٹھی بیٹھتی آؤ

آیات مسطورہ میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جب تک کہ اخیر زمانہ میں شیلہ کا ظہور نہ ہوا اس وقت یہود و ان کی نسل سے حکومت و ریاست منقطع نہ ہوگی۔

اہل اسلام کے نزدیک مثیلاً۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس عبارت

کامیابی اسکو متقاضی ہے کہ تھیلا کو نسل یہوداہ سے خارج مانا جائے اسلئے کہ تھیلا کے ظہور سے نسل یہوداہ کی حکومت و ریاست کا انقطاع جب ہی تصور ہو سکتا ہے کہ جب تھیلا نسل یہوداہ سے نہ ہو۔
ورنہ اگر تھیلا نسل یہوداہ سے ہو تو اس کا ظہور تو بقائے حکومت یہوداہ کا باعث ہو گا نہ کہ انقطاع حکومت یہوداہ کا۔

اور بائبل کے ابواب بلکہ انجیل متی کے پہلے ہی صفحہ پر ذرا غور کرنے سے یہ بات بخوبی منکشف ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نسل یہوداہ سے خارج نہیں اسلئے کہ آپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاجماع یہوداہ کی نسل سے ہیں۔

لہذا تھیلا کا مصداق یہی نبی ہو سکتا ہے کہ جو نسل یہوداہ سے خارج ہو۔ اور اس کا ظہور اخیر زمانہ میں ہو جیسا کہ آیت اول کے اس جملے سے ظاہر ہے۔

”وَمَا كُنَّا بِمِلَّةٍ أُولَٰئِكَ فِي سَعَابٍ“

اور یہ دونوں امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آ سکتے ہیں کہ آپ یہودا کی نسل سے بھی نہ تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے اور آپ کا ظہور بھی خاتم النبیین ہو نیکی وجہ سے اخیر زمانہ میں ہوا۔

اور آپ کی بعثت کے بعد سے یہوداہ کی نسل میں جو کچھ حکومت و ریاست تھی وہ سب جاتی رہی قرآن بنی نصیر اور خیمہ سب آپ ہی کے زمانہ میں ختم ہو گئے اور اس جملہ میں کہ ”تو میں اُس کے پاس آٹھی رہوں گی“

عموم بعثت کی طرف اشارہ ہے کَمَا قَالَ تَعَالَىٰ شَٰدَةً قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا اے نبی کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں،

تخلاف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ اُن کی بعثت صرف بنی اسرائیل کیلئے تھی لہذا قَالَ تَعَالَىٰ شَٰدَةً وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ (اور اُن کی بعثت میں ہے)